End of Time

ترتیب

پارٹ 1

پارٹ 2

پارٹ 3

پارٹ 4

موجودہ دور، خروجِ دجال اور ظہورِ مہدی جیسے بڑے واقعات سے پہلے کا دور۔ فتنۂ دجال کیا ہے۔ دجال ایک شخص ہے یا ایک نظام۔ کیا دجال آ چکا ہے؟۔ حضرت عیسیٰ اور بنی اسرائیل۔ صلیبی جنگیں۔ مسجدِ اقصیٰ اور قبۃ الصغریٰ۔ یہودیوں کا نجات دہندہ بادشاہ کون ہوگا...... دجال؟

صفحہ ۸۲ تا ۱۰۷

پارٹ 5

تینوں بڑے مذاہب کو ایک عظیم رہنما کی آمد کا انتظار۔ عیسائیوں کا Anti-Christ یہودیوں کا مسیح دجال اور مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق دجال۔ ناسٹراڈیمس کی پیشینگوئیاں۔ آئن سٹائن کا نظریۂ کائنات۔ کائنات کے انجام کے محرکات۔ زمینی تبدیلیاں، آیاتِ قرآنی اور علاماتِ قریبہ۔ نزولِ حضرت عیسیٰ ۔ دجال کا فرار اور خاتمہ ۔ یاجوج ماجوج ۔ انتقالِ حضرت عیسیٰ۔ مغرب سے طلوعِ آفتاب۔ درِتوبہ کی بندش۔ اللہ کا جانور۔ قیامت کا دھواں۔ یمن کی ہوا۔ ہانکنے والی آگ۔ صورِ اسرافیل۔ گھبراہٹ کا نفخہ۔ بے ہوشی کا نفخہ۔ مر کر دوبارہ جی اٹھنے کا نفخہ...... حدیثِ رسولؐ کہ دنیا میں ایک پردیسی کی طرح رہو...... آخری مہلت نیک عمل کرنے اور گناہوں سے توبہ کرنے کی۔

صفحہ ۱۰۸ تا ۱۳۶

عرضِ ناشر

پیشے کے اعتبار سے سرجن، تاریخ کے طالب علم اور محقق ڈاکٹر شاہد مسعود نے بہت تھوڑے عرصے میں اے آر وائی (ARY) چینلز پر اپنے پروگرام Views on News کے ذریعے ہر دل میں گھر بنا لیا ہے۔ نرم خو، گرم دمِ گفتگو ڈاکٹر شاہد، جابر سلطان کے آگے کلمۂ حق کہنے سے ذرا نہیں گھبراتے شاید اس لئے کہ ذاتی مفادات کو انہوں نے بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ٹیلی ویژن پروگرام کی میزبانی میں دردِ دل کی آمیزش اُنہی سے مخصوص ہے۔ وہ جب بولتے ہیں تو ان کی باتیں سیدھی دل میں ترازو ہو جاتی ہیں لیکن جو کچھ بین السطور رہ جاتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ شدت سے اپنا اثر چھوڑتا ہے۔ ان کا لہجہ، ان کی آواز کا کھرج اور باڈی لینگوئج صاف بتاتی ہے کہ وہ مسلم امہ کی بے وقعتی اور استعماری طاقتوں کی چیرہ دستیوں پر ہمہ وقت کڑھتے رہتے ہیں۔

''اینڈ آف ٹائم'' کائنات کے آغاز سے لے کر اس کے ممکنہ انجام تک کی داستان ہے جسے ڈاکٹر صاحب نے قرآن اور صحیح احادیث کے حوالہ جات سے مزین کیا ہے۔ یہ ٹیلی ویژن کا مقبول ترین پروگرام ہے جسے ہر عمر اور ہر طبقۂ فکر کے ناظرین نے بے حد سراہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ کتابی شکل میں بھی قارئین اسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

ربِّ ذوالجلال اور رسولِ مقبولؐ کے حضور شکر گزاری کے بعد میں ڈاکٹر شاہد مسعود صاحب، اے آر وائی ون ورلڈ کی پوری ٹیم، روزنامہ جناح کے گروپ ایڈیٹر جناب ودود قریشی، سب ایڈیٹر غلام شبیر اعوان، پنجاب میں اے آر وائی کے بیورو چیف جناب نصر اللہ ملک اور اپنے بیٹے عدنان خالد کا خصوصی طور پر ممنون ہوں جن کے عملی تعاون کے بغیر اس کام کا پایۂ تکمیل کو پہنچنا شاید ممکن نہ ہوتا۔

خالد شریف

23-09-2004

اینڈ آف ٹائم

پارٹ 1

السلام علیکم!

قیامت روزِ محشر یا روزِ حساب پر ایمان لانا ہمارے لئے لازم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ مومن میں فرماتے ہیں کہ بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں مانتے۔

قیامت عربی زبان کا لفظ ہے' لغت میں اس کے معانی ہیں کھڑا کرنا یعنی مُردوں کو قبر سے کھڑا کرنا اور دوبارہ زندگی لوٹانا تاہم قیامت کی اصطلاح اس کائنات کی مکمل تباہی کی طرف اشارہ کرتی ہے اور خود مغربی ماہرینِ فلکیات آج اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ یہ کائنات بالآخر فنا ہو جائے گی۔

قیامت کب آئے گی یہ ایک ایسا فطری سوال ہے جو ہر مسلمان کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے اور اس کا جواب اللہ تعالیٰ سورۃ اعراف کی آیت 187 میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

> ''لوگ تجھ سے یعنی پیغمبرِ اسلامؐ سے قیامت کی بابت پوچھتے ہیں کہ اس کے قیام کا وقت کب ہے۔ کہہ دے کہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے۔ وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا' وہ آسمانوں اور

زمین میں بھاری چیز ہے۔تم پر اچانک ہی آ جائے گی۔
تجھ سے پوچھتے ہیں کہ گویا تو اس کے سراغ میں لگا ہوا
ہے۔کہہ دے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن اکثر لوگ
اس بات کو نہیں جانتے''

(سورۃ اعراف آیت نمبر 187)

پھر اللہ تعالیٰ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 51 میں فرماتے ہیں:

''اور وہ کہتے ہیں کہ قیامت کب ہوگی۔تو کہہ دے کہ
عجب نہیں قریب ہی آ گئی ہو''

''سورۃ بنی اسرائیل آیت 51''

قیامت کی علامات انبیاء سابقین علیہ السلام نے بھی بیان کی ہیں اور کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا اس لئے انہوں نے تفصیلاً اس کا بیان کیا ہے۔
صحیح مسلم میں!

''حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور
اس قیام میں آپ نے قیامت تک ہونے والا کوئی ایسا
واقعہ نہیں چھوڑا جو ہمیں نہ بتایا ہو۔جس نے یاد رکھا' یاد
رکھا اور جو بھول گیا' بھول گیا اور آپ نے ہمیں جن
واقعات کی خبر دی ان میں سے جو میں بھول گیا ہوں وہ

جب بھی رونما ہوتا ہے تو مجھے یاد آ جاتا ہے جیسے کوئی آدمی
جب غائب ہو تو آدمی اُس کا چہرہ بھول جاتا ہے اور پھر
جب اُس پر نظر پڑتی ہے تو یاد آ جاتا ہے''
(صحیح مسلم ص 39)

قرآن حکیم نے جو علاماتِ قیامت ارشاد فرمائی ہیں وہ زیادہ تر ایسی علامات ہیں جو بالکل قربِ قیامت پر ظاہر ہوں گی جبکہ احادیث میں قریب اور دُور ہر دَور کی مختلف علامات بیان کی گئی ہیں۔ علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجیؒ اپنی کتاب قیامت میں تین قسم کی علامات بیان فرماتے ہیں۔ یعنی:

☆ **علاماتِ بعیدہ**

☆ **علاماتِ متوسّطہ (علاماتِ صغریٰ)**

☆ **علاماتِ قریبہ (علاماتِ کبریٰ)**

علاماتِ بعیدہ وہ ہیں جن کا ظہور کافی پہلے سے ہو چکا ہے۔ انہیں بعیدہ یوں کہا گیا کہ ان کے اور قیامت کے درمیان نسبتاً زیادہ فاصلہ ہے مثلاً حضورؐ کی بعثت، حضور کا وصال اور جنگیں۔ اور یہ تمام واقعات ازروئے قرآن وحدیث علاماتِ قیامت ہیں اور ظاہر ہو چکے ہیں۔ انہی میں سے ایک فتنۂ تاتار ہے۔ جس کی پیشگی اطلاع بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کی احادیث میں روایت کی گئی ہے۔ صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں:

''حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے
فرمایا کہ تم پر قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ تم ترکوں

سے جنگ نہ کرو جن کی آنکھیں چھوٹی، چہرے سرخ اور
ناکیں چھوٹی اور چپٹی ہوں گی۔ ان کے چہرے
(گولائی اور موٹائی میں) ایسی ڈھال کی مانند ہوں گے
جس پر تہ بہ تہ چمڑا چڑھا دیا گیا اور قیامت نہیں آئے
گی یہاں تک کہ تم ایک ایسی قوم سے جنگ نہ کر لو جن
کے جوتے بالوں کے ہوں گے"
(صحیح بخاری)

ان احادیث میں جس قوم سے مسلمانوں کی جنگ کی خبر دی گئی ہے چند علماء کے نزدیک یہ وہ تاتاری تھے جو ترکستان سے عذاب الٰہی بن کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اس قوم کی جو تفصیلات رسول اللہؐ نے بیان فرمائی تھیں وہ سب کی سب فتنۂ تاتار میں رونما ہوئیں۔ یہ فتنہ 654ھ میں اس وقت اپنے عروج پر پہنچا جب تاتاریوں کے ہاتھوں سقوط بغداد کا عبرتناک سانحہ پیش آیا۔ انہوں نے بنو عباس کے آخری خلیفہ مستعصم باللہ کو قتل کر ڈالا اور عالمِ اسلام کے بیشتر ممالک ان کی زد میں آ کر زیروزبر ہو گئے۔ شارحِ مسلم علامہ نوویؒ نے یہ دور اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ 631ہجری میں پیدا ہوئے اور 676ہجری میں انتقال فرمایا۔ وہ اس حدیث کے بارے میں اپنی شرحِ مسلم میں لکھتے ہیں:

"یہ سب پیش گوئیاں رسولؐ کا معجزہ ہیں کیونکہ جن
ترکوں سے جنگ ہو کر رہی وہ سب صفات ان میں
موجود تھیں جو رسولؐ نے بیان فرمائی تھیں۔ آنکھیں
چھوٹی چہرے سرخ ناکیں چھوٹی اور چپٹی، چہرے

عریض۔ ان کے چہرے ایسی ڈھال کی طرح ہیں جن
پہ تہ در تہ چمڑا چڑھا دیا گیا اور بالوں کے جوتے پہنتے
ہیں۔ غرض یہ ان تمام صفات کے ساتھ ہمارے زمانہ
میں موجود ہیں۔ مسلمانوں نے ان سے بارہا جنگ کی
ہے اور اب بھی ان سے جنگ جاری ہے۔ ہم خدائے
کریم سے دعا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے حق میں بہر
حال انجام بہتر کرے۔ ان کے معاملے میں بھی اور
دوسروں کے معاملے میں بھی اور مسلمانوں پر اپنا لطف و
عنائت ہمیشہ برقرار رکھے اور رحمت نازل فرمائے۔
اپنے رسول پر جو اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا بلکہ جو
کچھ بولتا ہے وہ وحی ہوتی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی
ہے"

(شرح نووی)

جامعہ اظہر کے پروفیسر امین محمد جمال کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ یعنی ترکوں سے جنگ ابھی رونما نہیں ہوا اور یہ قیامت کی علاماتِ کبریٰ کے دوران رونما ہوگا جن کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا۔ ان سمیت دیگر علماء کا اندازہ ہے کہ اس قوم یعنی غالباً ترکمانستان اور اسی نواح کے لوگوں سے آئندہ ایک جنگ ہوگی۔ یہ ثابت نہیں کہ یہ جنگ خروجِ دجّال سے پہلے یا اس سے بعد ہوگی۔ یاد رہے کہ اس قوم سے ایک جہاد حضرت عتیبہ بن مسلم باہلیؒ کی سرکردگی میں اس وقت ہوا تھا جب بخارا سمرقند اور آذربائجان وغیرہ فتح ہوئے تھے اور وہ سب اب پھر آزاد ہوگئے ہیں۔ لیکن ان علاماتِ بعیدہ میں سے ایک نارِ حجاز یعنی حجاز کی عظیم آگ جس کی

خبر بخاری و مسلم میں دی گئی اس پر کوئی اختلاف نہیں۔ بخاری کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

> ''رسول اللہؐ نے فرمایا کہ قیامت نہ آئے گی یہاں
> تک کہ سرزمینِ حجاز سے ایک آگ نکلے گی جو بُصریٰ
> میں اونٹوں کی گردنیں روشن کر دے گی''
>
> (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں بُصریٰ کا تذکرہ ہے۔ یہ عراق والا بصرہ نہیں بلکہ مدینہ منورہ اور دمشق کے درمیان شام کا ایک مشہور شہر ہے جو دمشق سے تقریباً 48 میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں بحیرہ نامی راہب نے حضورؐ کو دیکھ کر ان کے نبی ہونے کی پیشینگوئی کی تھی۔ کچھ علماء کا بیان یہ بھی ہے کہ یہاں اس آگ کا تذکرہ ہے جو 6 جمادی الثانی 654 ہجری کی بارہویں کے بعد میلوں تک پھیلی۔ یہ آگ 27 رجب تک یعنی 52 دن تک بھڑکتی رہی اور علامہ نووی کی شرحِ مسلم کے مطابق اس کا آغاز مدینہ منورہ کے مشرقی سمت کے حرا کے مقام سے ہوا اور اس کی روشنی مکہ مکرمہ حتیٰ کہ حدیث کی پیشینگوئی کے مطابق بُصریٰ جیسے دور دراز مقام تک دیکھی گئی۔ ابو اسامہؒ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں دمشق میں دیواروں پر سورج کی روشنی دگنی ہوگئی۔ ہم حیران تھے کہ اس کا سبب کیا ہے حتیٰ کہ ہمیں اس آگ کی خبر پہنچ گئی۔ اس آگ کے بارے میں ایک اور بزرگ علامہ قطب الدین القسطلانیؒ جو عین اس وقت جب آگ لگی مکہ مکرمہ میں موجود تھے، اپنے رسالے میں لکھتے ہیں:

> ''جب آگ ایک ایسے پتھر تک پہنچی جو حرمِ مدینہ
> کی حد میں تھا تو بجھ گئی اور ٹھنڈی ہوگئی''

اُسی زمانے کے ایک اور بزرگ قاضی القضاۃ صدرالدین بزمی ہیں جو آگ کے وقت بُصریٰ میں تھے انہوں نے مشہور مؤرخ اور مفسر ابنِ کثیر کو بتایا کہ میں نے بُصریٰ میں لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ ہم نے اس آگ کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں روشن دیکھیں یعنی وہ بات جس کی نشاندہی حدیث میں یوں کی گئی تھی کہ اس آگ سے بُصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہوں گی۔ پھر صحیح بخاری اور مسلم میں اس حدیث میں ایک دعوت دینے والی دو بڑی جماعتوں کی باہم جنگ کا ذکر ہوا۔ شارحِ حدیث حافظ ابنِ حجر اور دیگر علماء کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ یہاں اس جنگِ صفین کا ذکر ہے جو حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان صفین کے مقام پر ہوئی تھی جو دریائے فرات کے نزدیک واقع ہے۔

یہ 37ھ یا 657ع کا واقعہ ہے۔ حضرت علیؓ کوفہ سے فوج لے کر یہاں پہنچے تھے تو شامی پہلے سے یہاں کے کھنڈرات میں پڑاؤ ڈالے بیٹھے تھے اور ان کی جمعیت فرات کو جانے والی سڑک پر موجود تھی۔ ہر چند کہ حضرت علیؓ نے ان کو یقین دلایا کہ ہم لڑنے نہیں آئے اور امیر معاویہؓ کے مشیر عمرو بن العاصؓ نے حضرت معاویہؓ کو تصفیے کا مشورہ دیا لیکن وہ نہیں مانے۔ ان کا اصرار تھا کہ قاتلینِ خلیفہ عثمان غنیؓ کو ان کے حوالے کیا جائے۔ ماہِ صفر میں اس جنگ کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ بہت سے مشہور اشخاص وصحابہ اس جنگ میں کام آئے۔ پھر صحیح مسلم میں حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :

"لونڈی اپنی مالکن کو جنم دے گی اور یہ کہ تو دیکھے گا
کہ برہنہ پا، ننگ دھڑنگ محتاج بکریاں چرانے والے
اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کریں گے"

(صحیح مسلم)

اس حدیث کے پہلے حصے کے بارے میں چند علماء کا کہنا ہے کہ یہاں بعد میں ہونے والی اُن اسلامی فتوحات کی طرف اشارہ ہے، جن میں کثرت سے لونڈیاں جنگی قیدی بنا کر لائی گئیں۔ ان لونڈیوں نے ظاہر ہے ان بچوں کو جنم دیا جو ان کے مالکوں کے بچے تھے۔ جبکہ کچھ علماء کا اصرار ہے کہ یہاں اولاد کی نافرمانی کے لئے کنایہ ہے یعنی بیٹی ماں سے یوں پیش آئے گی جیسے ماں اس کی غلام ہو۔ جس طرف بھی اس حدیث میں اشارہ ہے یہ دونوں باتیں وجود میں آ چکی ہیں۔ حدیث کا دوسرا حصہ کہ برہنہ پا محتاج بکریوں کے چرواہے اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کریں گے۔ یہ بھی ظہور پذیر ہو چکا ہے اگر آپ آج عرب ممالک پر نظر ڈالیں۔

مشکوۃ شریف میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے:

''رسول اللہؐ مدینہ کے ایک بلند مکان پر چڑھے اور صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا'' کیا تم اس چیز کو دیکھتے ہو جسے میں دیکھ رہا ہوں'' صحابی نے عرض کیا'' یا رسول اللہؐ نہیں'' آپ نے فرمایا میں ان فتنوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھر پر اس طرح برس رہے ہیں جس طرح بارش برستی ہے''

(مشکوۃ شریف)

اس حدیث میں رسول اللہؐ نے ''تمہارے گھروں پر'' کے الفاظ کے ساتھ ''فتنوں کی بارش'' کا ذکر کیا ہے۔ دورِ حاضر کے علماء ٹی وی، وی سی آر اور ڈش کے رستے سے گھروں میں غیر محسوس انداز میں شیطانیت کی یلغار کو ان فتنوں سے تعبیر کرتے ہیں جن کی طرف

اشارہ کیا گیا تھا۔

علامتِ قیامت کے سلسلے میں ایک اور حدیثِ متفقہ علیہ یعنی اسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں نے روایت کیا ہے جبکہ اس سلسلے میں انجیل کی کتاب دانیال میں بھی ایک پیشینگوئی موجود ہے۔

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ زمانے باہم قریب ہوں گے اور علم اٹھا لیا جائے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور دلوں پر بخل ڈالا جائے گا اور ہرج کی اکثریت ہوگی۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہؐ ہرج کیا ہے تو فرمایا ''قتل و غارت''

(بخاری و مسلم، مشکوۃ جلد سوم)

پچھلے 14 سو برس کی تاریخ کا جائزہ لیں اور ان میں رونما ہونے والی جنگوں کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ پہلے یہ علاقائی ہوا کرتی تھیں لیکن پچھلی ہی صدی میں ہم نے وہ جنگیں شروع ہوتے دیکھیں جنہوں نے پوری انسانیت کے سیاسی سماجی اور معاشی نظام کو تہس نہس کر دیا۔ جنگِ عظیم اوّل میں دو کروڑ انسان لقمہء اجل ہوئے جبکہ جنگِ عظیم دوئم میں یہ تعداد پانچ کروڑ سے تجاوز کر گئی اور یہی جنگ نسلِ انسانی کی تاریخ کا بدترین خونی معرکہ قرار پائی۔ سائنس نے ایٹمی، نباتاتی اور کیمیائی ہتھیار تخلیق کر کے ان جنگوں کو وحشت اور بربریت کے نئے مفہوم عطا کئے۔ اس کے بعد چین، کوریا، گوئٹے مالا، انڈونیشیا، کیوبا، کانگو، لاؤس، ویت نام، کمبوڈیا، لبنان، گریناڈا، لبیا، ایل سلواڈور، نکاراگوا، پانامہ، کشمیر،

چیچنیا، فلسطین یوگوسلاویہ افغانستان اور عراق کے حالات آپ کے سامنے ہیں۔

پچھلی ایک صدی کا عفریت کروڑوں بے گناہوں کی شہ رگ کا خون پی گیا۔ ایک حدیث میں حضورؐ نے بیان فرمایا تھا کہ عظیم الشان شہر اس طرح نیست و نابود ہو جائیں گے جیسے ان کا کبھی وجود ہی نہ تھا۔ پچھلی ایک صدی میں ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال سے جاپان کے دو بڑے شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی کی تباہی ہمیں اس پیشگوئی کی صداقت بتاتی ہے۔

اب بائبل کے عہد نامۂ قدیم کی کتاب دانیال کے بارہویں باب کی آیات 3 اور 4 کا ترجمہ کے مطابق:

> ''دانشمند رہنما آسمان کی تمام روشنی کے ساتھ منور ہوں گے اور جنہوں نے بہت سے لوگوں کو حق کا رستہ دکھایا ہوگا وہ آسمان کے ستاروں کی مانند چمکیں گے۔ اس نے (یعنی فرشتے نے) مجھ سے کہا کہ اے دانیال اب تم اپنی باتیں بند کرو اور کتاب کو قیامت تک کے لئے سربمہر کر دو۔ بہت سے لوگ اِدھر اُدھر دوڑیں گے اور علم کی کثرت ہوگی''

(دانیال 12'3'4)

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ بائبل کے گڈ نیوز ورجن میں علم کی کثرت کے الفاظ کے بجائے یہ عبارت یوں ہے:

''اس دوران بہت سے لوگ یہ جاننے کے لئے کہ

کیا واقعات ہو رہے ہیں' اپنی کوششوں کو ضائع کریں

گے''

(گڈ نیوز بائبل' کتاب دانیال' باب 12 صفحہ 888 برٹش ایڈیشن)

بظاہر یہاں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کردہ حدیث کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور بائبل کے الفاظ کہ علم کی کثرت ہوئی دونوں میں اختلاف نظر آتا ہے لیکن میری نظر میں یہ اختلاف نہیں ہے۔ ہم آج جس دور میں جی رہے ہیں اسے علمی سیلاب کا دور کہا جاتا ہے اور کمپیوٹر کی ایجاد کے بعد معلومات کا۔ یہاں میں نے علم کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ معلومات کا لفظ استعمال کیا ہے۔ معلومات کا وہ سیلاب آیا ہے جس کے آگے انسان بے بس نظر آتا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے لندن میں ایک سیمینار ہوا جس کا عنوان تھا Information Overload۔ اس میں مختلف علمی شعبوں کے ماہرین نے مقالے پڑھے۔ اس سیمینار میں یہ بات سامنے آئی کہ دنیا میں اب تک جتنے سائنسدان کسی بھی زمانے میں پیدا ہوئے ان کی مجموعی تعداد سے زیادہ سائنسدان آج زندہ ہیں اور وہ سائنس کی معلومات میں دو ہزار صفحات فی منٹ کے حساب سے اضافہ کر رہے ہیں۔ آج تک قریباً ۳۰ کروڑ صفحات کے برابر تحریری مواد ہر روز Internet پر جاری ہو رہا ہے اور امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کے سابق صدر ڈاکٹر ایکون کے مطابق طبی دنیا کی تمام معلومات کا قریباً نصف حصہ ہر دس سال بعد Outdated ہو جاتا ہے۔

1970ء میں جب امریکی خلائی جہاز اپالو 13 خلا میں گم ہو گیا تھا تو امریکی خلائی ادارے NASA کو اس کی تلاش کا طریقہ معلوم کرنے میں 90 منٹ لگے۔ اگر وہ سائنسدان کاغذ اور قلم لے کر ان معلومات اور حساب کتاب کو سرانجام دے رہے ہوتے تو خود

ناسا کے ایک تجزیہ نگار کے مطابق اس کام کے لئے دس لاکھ سال صرف کرنا پڑتے۔ چنانچہ اس دور میں حدیث کے یہ الفاظ کہ علم اٹھالیا جائے گا بعید از قیاس معلوم ہوتے ہیں لیکن میں یہاں یہ واضح کرتا چلوں کہ یہ سب معلومات کا سیلاب ہے علم کا سیلاب نہیں اور معلومات کا یہ سیلاب اُس علم کو بھی بہالے جارہا ہے جو انسان کے لئے اس دنیا میں حیاتِ طیبہ اور آخرت میں دائمی راحت کا پیغام لاتا ہے۔

اس دور کے Information overload سے پوچھئے کہ کیا اس نے ایک عام انسان کو پہلے سے بہتر بنانے کی کوئی خدمت انجام دی ہے۔ انسان نے اس کائنات کے خالق کے بارے میں پہلے سے زیادہ کیا معلوم کیا ہے؟ کیا آج کا انسان معلومات کی اس روشنی میں جہالت سے نجات پا گیا ہے کیا رشتوں کا تقدس پہلے سے زیادہ بحال ہو گیا ہے؟ کیا اس علم نے ہی دیانتدار اور مخلص حکمران فراہم کروائے ہیں؟ بھوک اور افلاس میں کچھ کمی آ گئی ہے۔ کیا ہم کسی بھی قدرتی آفت سے خود کو بچا سکتے ہیں۔ کیا ہم نے جنگوں کے تباہ کن خطرات کو محسوس کیا ہے اور ظلم سے پاک معاشرے کے اصول اختیار کر لئے ہیں۔ کیا سائنسدانوں کے 2 ہزار صفحات فی منٹ پر مبنی معلومات سے اس خزانے نے انسان کے دکھوں کا مداوا کر دیا ہے۔ چنانچہ حدیثِ مبارکہ میں جس علم کے اُٹھ جانے کی خبر دی گئی یہ وہ علم ہے جو قرآن وسنت کے علم کے سوا کوئی دوسرا علم نہیں یعنی مجھے یہ تو خبر ہو جائے کہ دنیا میں آج کل درختوں کی تعداد کیا ہے، سمندر میں کتنی مخلوقات تیرتی ہیں، جنگوں میں کتنے شیر اور چیتے رہتے ہیں اور آسمانی پر چمکتے ستارے کتنے ہیں اور یہ خبر نہ ہو کہ میرا خالق کون ہے۔ ایک ہے یا اس سے زیادہ اور اُس نے مجھے اس دنیا میں کیوں بھیجا ہے تو میری یہ تمام معلومات میرے لئے وبالِ جان ہیں۔ پھر جو حدیث میں نے پہلے بیان کی اس میں حضورؐ نے علم کے اُٹھائے جانے کے بعد ہرج کی خبر دی اور صحابہ کے پوچھنے پر فرمایا کہ "ہرج" سے مراد قتل و

غارت ہے۔

اِس سلسلے میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:

"حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ دنیا اس وقت تک فنا نہ ہوگی جب تک لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے جس میں قاتل کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے مقتول کو کیوں قتل کیا اور مقتول کو یہ معلوم نہ ہو کہ اسے کیوں قتل کیا گیا۔ صحابہؓ نے پوچھا ایسا کیونکر ہوگا۔ فرمایا "ہرج اور قاتل و مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے""

(مشکوۃ بحوالہ مسلم حدیث 515)

آج ہم اپنی آنکھوں سے اپنے اردگرد اپنے شہروں میں اس پیشگوئی کو جس طرح پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں یہ انسانیت کی تاریخ کا ایک شرمناک باب ہے۔ نہ تو قاتل کو معلوم ہے کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے اور نہ مقتول کو معلوم ہے کہ وہ کیوں قتل ہو رہا ہے اور یہ سب کچھ لسانی' سیاسی' قومیت اور مذہب کی بنیاد پر ہو رہا ہے۔ قربِ قیامت کی نشانیوں میں قتل و غارت کے بڑھ جانے کی خبر پچھلے صحیفوں میں بھی موجود ہے۔ انجیل متی کے آخری باب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں سے دنیا کے آخری زمانے کے بارے میں مختلف واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔ انجیل متی کی آیت نمبر 9 کا ترجمہ ہے:

"پھر وہ لوگ تمہیں برباد ہونے کے لئے لوگوں کے حوالے کر دیں گے اور تمہیں قتل کر دیں گے اور تمام اقوام

تم سے میرے نام کی وجہ سے نفرت کریں گے"
(انجیل متی: ۹:۲۴)

یہ واضح کر دوں کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے آسمان سے دوبارہ حضورؐ سے پہلے کے حالات کی خبر دیں گے۔ صحیح احادیث میں قتل و غارتگری کے عام ہونے کی پیشگوئی بار بار کی گئی ہے۔ صرف امریکہ پر ہی نظر ڈالیں۔ FBI کی رپورٹ کے مطابق وہاں ہر 22 منٹ میں ایک آدمی قتل ہوتا ہے۔ ہر 4 منٹ میں ایک زنا بالجبر کا واقعہ ہوتا ہے۔ میں وضاحت کر دوں کہ یہ امریکہ کا تذکرہ ہے چنانچہ یہاں زنا سے مراد صرف وہ واقعہ لیا جاتا ہے جہاں عورت کی مرضی شامل نہ ہو۔ ہر 26 سیکنڈ میں ایک ڈاکہ پڑتا ہے۔ گزشتہ 30 سالوں میں قتل اور خودکشی کے واقعات میں بارہ لاکھ لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ یہ تعداد ان تمام لوگوں کی تعداد سے زیادہ ہے جو امریکی تاریخ میں ہونے والی تمام جنگوں میں مارے گئے۔ Counter on Crime in America نامی غیر سرکاری ادارہ اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ امریکہ آج شدتِ پسندی کے جرائم کا ٹک ٹک کرتا ہوا ایک بم ہے جو کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے۔ اس ادارے کا دعویٰ ہے کہ جرائم کی اصل تعداد FBI کے دعویٰ سے 5 سے 6 فیصد تک زیادہ ہے اور امریکہ میں قتل و خودکشی کے واقعات 137 واقعات یومیہ کے حساب سے ہو رہے ہیں۔ یہاں میں اُس ملک کے اعداد و شمار دے رہا ہوں جو تہذیب و تمدن، علم و تحقیق، جمہوری روایات اور آزادیٔ نسواں کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ باقی دنیا کے واقعات پر نظر ڈالیں گے تو بات کہاں پہنچے گی۔ یہ اندازہ آپ خود ہی لگا لیں لیکن ایک بات آپ کے ساتھ Share کر کے مجھے خوشی ہو گی کہ سالانہ عالمی رپورٹ کے مطابق اب بھی دنیا میں قتل ڈاکے اور زنا کے واقعات سب سے کم سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، ایران، پاکستان، بھارت اور اسرائیل جیسے ان ممالک میں

ہوتے ہیں جہاں کسی نہ کسی حد تک مذہب اب بھی زندہ ہے خواہ وہ کوئی بھی مذہب ہو۔ مغربی ممالک جہاں سے مذہب کو کان سے پکڑ کر زندگی سے نکال باہر کیا گیا ہے وہاں کے مصائب اعداد و شمار کے آئینے میں واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ غرض یہ کہ رسولؐ کے ایسے معجزات جو آپ کے وصال کے صدیوں بعد ظاہر ہوئے اور آئندہ کے بھی جن واقعات کی خبر آپؐ کو تھی بلاشبہ ایک ایک کر کے سامنے آ رہے ہیں اور آئندہ نسلوں کے لئے آپؐ کی صداقت اور حقانیت کی تازہ ترین مثال ہیں۔ ان میں علاماتِ متوسطہ وہ ہیں جو ظاہر ہو گئی ہیں مگر ابھی انتہا کو نہیں پہنچیں اور ان میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ تیسری قسم کی علامات ظاہر ہو جائیں گی۔ مثلاً صحیح بخاری کی یہ حدیث:

"جب معاملات نا اہل لوگوں کے حوالے ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو"

(صحیح بخاری)

بخاری شریف میں ہی مالک ابی عامر اور ابی مالک اشعری سے روایت حضورؐ کا یہ فرمان:

"آپؐ نے فرمایا کہ میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ریشم، مے نوشی اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے"

(بخاری شریف)

"خود غرضی اور لالچ معاشرے میں عام ہوں گے"

(صحیح مسلم، ابن ماجہ)

''صرف جان پہچان کے لوگوں کو سلام کیا جائے گا''

(رموز احادیث' احمد خاموشخوائی)

''رشوت تحائف کی شکل اختیار کر لے گی''

(احوال یوم القیامہ' علامہ سفرانی)

''لوگ معمولی قیمت پر اپنا ایمان فروخت کریں گے''

(احمد)

''طلاق ایک معمولی بات سمجھی جائے گی''

(احوال یوم القیامہ' علامہ سفرانی)

''جنسی بے راہ روی عام ہو گی''

(بخاری)

''جب قیامت بپا ہو گی تو زنا کاری لوگوں کا معمول ہو گا''

(کتاب الفتان' الحیتمی)

''مرد عورتوں کے اور عورتیں مردوں کے روپ دھاریں گے''

(درِ منصور' علامہ جلال الدین سیوطی)

''لوگ ہم جنس پرستی میں مبتلا ہوں گے''

(منتخب کنز الاعمال المتقی الہندی)

عالمی ادارۂ صحت کے مطابق ہر برس 333 ملین مزید افراد جنسی بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ ان امراض میں ایڈز سر فہرست ہے۔ اپنی پہلی تشخیص کے بعد سے ایک کروڑ 88 لاکھ افراد اس مرض سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ اخلاقی پستیوں کی کھائیوں میں فنا ہوتے معاشرے آج ہم جنس پرستوں کو قانونی شادیوں کی اجازت دے رہے ہیں۔ دنیا کے مختلف حصوں میں ہم جنس پرستوں اور طوائفوں کے مظاہر جواب سے پہلے تاریخ نے کبھی نہیں دیکھے ہمیں ان معاشرتی تباہ کاریوں کے بارے میں بتاتے ہیں جن کی نشاندہی رسول اللہؐ نے اپنی احادیث میں چودہ سو برس پہلے کر دی تھی۔

انہی گناہوں میں مبتلا قومِ لوط اللہ کے قہر کا نشانہ بن کر فنا ہو گئی اور آج بھی بحرِ مردار کے پانیوں کے نیچے ان کے نشانات دنیا کیلئے باعثِ عبرت ہیں۔ پھر وہ صحیح حدیث جسے طبرانی نے ابوامیہ عجمی سے روایت کیا ہے اور ابن مبارک بھی اس کے راوی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

''آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے
ایک کم عمر لوگوں کے یہاں علم کی تلاش ہے''

(طبرانی)

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ان افراد سے دینی مسائل دریافت کیے جائیں گے جن کو علم پر قدرت نہیں ہوگی اور جن کا علم پختہ نہیں ہوگا۔ وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اردگرد نظر ڈالیں۔ اس حدیث کی صداقت بھی آپ کو خوب نظر آئے

گی۔ یہ بھی فرمایا گیا کہ احمق شان سے مجلس میں بیٹھا کریں گے۔ صحیح حدیث جسے احمد اور طبرانی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے:

''آپؐ نے فرمایا کہ ایک دور ایسا آئے گا جب امین لوگوں پر تہمت لگائی جائے گی اور تہمت زدہ لوگ امین سمجھے جائیں گے۔ اور تب رویبضہ گفتگو کیا کریں گے۔ حضورؐ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ یہ رویبضہ کیا ہیں؟ جواب ملا وہ احمق لوگ جو عام لوگوں کے معاملات پر گفتگو کیا کریں گے''

(طبرانی)

قیامت کی ایک اور نشانی تجارت کی کثرت اور اس کی وسعت کے بارے میں ہے۔ صحیح حدیث جسے ابنِ عفان نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ آپؐ نے فرمایا کہ جھوٹ کثرت سے بولا جائے گا وقت تیزی سے گزرے گا اور بازار ساتھ ساتھ ہوں گے۔ بخاری شریف اور نسائی میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

''لوگوں پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب اس بات کی پروانہیں رہے گی کہ آیا کوئی مالِ حلال کما رہا ہے یا حرام''

(بخاری شریف، نسائی)

اور ایک اور صحیح حدیث میں ابو داؤد اور نسائی سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''آخری زمانے میں لوگ کبوتر کے پوٹے کی طرح
سیاہ خضاب لگائیں گے۔ وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکیں
گے''

(ابوداوٗد' نسائی)

ایک انتہائی اہم پیشگوئی جس میں حضورؐ کا اشارہ موٹر گاڑی کی طرف تھا اور اسے ابن حفان اور حاکم نے مستدرک سے روایت کیا ہے۔ اس کے مطابق آپؐ نے فرمایا:

''آخری زمانے میں میری امت کے کچھ لوگ
پالانوں سے ملتی جلتی زینوں پر سوار ہو کر مساجد کے
دروازوں پر اترا کریں گے''

(مستدرک)

''حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ قیامت تب تک بپا نہ
ہوگی جب تک زلزلے بکثرت نہ ہونے لگیں''

(بخاری)

قدرتی آفات نے جس شکل میں سب سے زیادہ تباہ کن انداز میں انسان کو متاثر کیا ہے وہ زلزلے کی صورت ہے۔ یہ قہرِ الٰہی کسی بھی وقت کسی بھی جگہ کسی کے بھی سر پر نازل ہو سکتا ہے اور عصرِ حاضر کی جدید ترین ٹیکنالوجی بھی انسان کو اس آفت سے بچانے میں ناکام رہی ہے۔ 1995ء میں جاپان کے سب سے بڑے صنعتی و تجارتی شہر ٹوبے میں آنے والا زلزلہ قدرت کے سامنے انسان کی ترقی کی شکست کی واضح مثال ہے جہاں صرف 20 سیکنڈ

کے جھٹکوں سے 100 ارب ڈالرز کا نقصان ہوا۔ پچھلی صدی میں زلزلوں کی تاریخ ظاہر کرتی ہے کہ ان کی شدت اور واقعات میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا۔ 2002ء میں دنیا بھر میں زلزلوں کے نتیجے میں 1711 افراد ہلاک ہوئے۔ 2003ء میں یہ تعداد 43819 تک پہنچ گئی جو کہ اس سے پچھلے برس سے 25 گنا زیادہ تھی۔ پچھلے برس آنے والے زلزلوں کی تعداد پچھلے بیس سالوں میں سب سے زیادہ تھی۔ قرآن شریف کی 99 ویں سورۃ' سورۃ زلزلہ کے نام سے ہے اور 8 آیات پر مشتمل اس سورۃ میں روزِ قیامت سے پہلے آنے والے زلزلوں کا تذکرہ ہے۔

میں نے کچھ دیر پہلے وقت کے تیزی سے گزر جانے کے بارے میں تفصیل سنائی تھی۔ ایک اور پیشگوئی ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت تب تک قائم نہ ہوگی جب تک زمانے آپس میں قریب نہ ہو جائیں۔۔۔ بس سال مہینے کے برابر ہو جائے گا اور مہینہ ہفتہ کے برابر۔۔۔ ہفتہ دن کے برابر۔۔۔ دن گھنٹے کے برابر۔۔۔ اور گھنٹہ ایک چنگاری کی طرح۔۔۔ جو چمک کر فوراً بجھ جاتی ہے''

(مشکوۃ بحوالہ ترمذی حدیث نمبر 521)

یہاں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ جب سال میں اتنے ہی دن ہیں جتنے پہلے زمانوں میں ہوتے تھے۔ مثلاً عیسوی سال میں 365.25 دن ہوتے ہیں جب کہ اسلامی سال میں 354.36 دن ہوتے ہیں۔ پہلے بھی یہ تعداد اتنی ہی تھی اس طرح مہینوں' ہفتوں' دنوں اور

گھنٹوں کا بھی یہی حال ہے تو پھر ایک سال ایک مہینے کے برابر ہو جانے کا کیا مفہوم ہے۔ اس سوال کا غیر فلسفیانہ اور حقیقت پر مبنی مختصر سا جواب شاید صرف اتنا سا ہے کہ وقت سے برکت اٹھ جائے گی اور برکت ایک ایسی شے کا نام ہے کہ جس چیز میں ڈالی جائے اس کے فوائد کو کئی گنا تک بڑھا دیتی ہے۔

اگر یہ برکت وقت میں آ جائے تو تھوڑے سے وقت میں صدیوں کے کام ہو جائیں اگر برکت مال میں آ جائے تو ہزاروں کا کام چند سو روپوں میں ہو جائے اور اگر جان اور عمر میں برکت ہو تو انسان مختصر سی زندگی میں اتنے کام کر جاتا ہے کہ بڑے بڑے ادارے نہیں کر سکتے۔

مثلاً حضرت امام غزالیؒ نے صرف 55 سال کی عمر میں سینکڑوں موضوعات پر اتنی تصانیف چھوڑی ہیں کہ آج 60 سال کی عمر پانے والا ایک شخص ان کو صرف پڑھ بھی نہیں سکتا۔ ان کی صرف یاقوت الصنادید ہی 40 جلدوں پر مشتمل ہے۔ حضورؐ کی وہ دعا تو آپ کو یاد ہو گی کہ اے اللہ تو نے جو کچھ مجھ کو عطا کیا اس میں برکت فرما۔

علاماتِ قیامت کے بیان میں حضورؐ نے فرمایا:

"رسولؐ نے فرمایا کہ غریب تعداد میں بڑھ جائیں گے اور اناج صرف امیروں تک پہنچے گا۔ غریب کو اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا"

(ترمذی)

آج ہماری دنیا تاریخ کی بدترین مفلسی کی لپیٹ میں ہے۔ دنیا کے سوا ارب انسان پینے کے پانی سے محروم ہیں اور 826 ملین انسان یعنی ہر چھ میں سے ایک شخص اس

وقت بھوک کا شکار ہے۔ 1960ء میں دنیا کے امیر ترین ممالک میں رہنے والے 20% لوگ دنیا کے 20 غریب ترین ممالک کی کل آبادی سے 30 گنا زیادہ آمدنی رکھتے تھے لیکن 1995ء تک یہ اضافہ 82% ہو چکا تھا۔ آج دنیا کے 225 امیر ترین افراد کی دولت دنیا کی 47% آبادی کی دولت سے زیادہ ہے۔

آج گفتگو کا سلسلہ یہیں ختم ہوگا۔ اگلے حصے میں ذکر چھیڑوں کا اس شخصیت کا جن کا نام امام مہدی ہے۔ وہ کون ہیں کب اور کہاں ظہور پذیر ہونگے اور ان کی آمد سے پہلے دنیا کیا مناظر دیکھے گی یہ سب اگلی گفتگو میں۔

''تو کیا یہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان کے پاس اچانک آ جائے۔ یقیناً اس کی علامتیں تو آ چکی ہیں' اور پھر جب ان کے پاس قیامت آ جائے تو انہیں نصیحت کرنا کہاں ہوگا؟

(سورۃ محمدؐ)

پارٹ 2

السلام علیکم! اے آر وائی ڈیجیٹل سے ڈاکٹر شاہد مسعود Hidden Truth کے پہلے عنوان یعنی End of Time جو علاماتِ قیامت سے متعلق ہے کے دوسرے حصہ کے ساتھ حاضر ہے۔ پہلے حصے کے نشر ہونے کے بعد چند ناظرین نے یہ سوال اٹھایا کہ علاماتِ قیامت جو قرآنِ کریم میں آئی ہیں بہت کم ہیں۔

امام مہدی کے ظہور، دجال کے خروج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی خبر نہیں۔۔۔ کیوں؟ میں یہاں یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم میں جو علامتِ قیامت ارشاد فرمائی گئیں وہ دو اقسام کی ہیں۔ پہلی قسم ان علامات کی ہیں جو قیامت کے بہت قریب ظاہر ہوں گی۔ ان میں سے صرف ایک علامت ایسی ہوگی جس کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ کہ وہ حضورؐ کے زمانے میں ہی پوری ہوگئی تھی یعنی شق القمر کا واقعہ چنانچہ سورۃ قمر میں ارشاد ہوا:

"اور قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہوگیا"

(سورۃ قمر آیت نمبر 1)

اس کے علاوہ جتنی بھی علامات قرآن کریم میں بیان ہوئیں وہ سب قیامت کے بہت نزدیک ہیں۔ مثلاً یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا اور دابتہ الارض وغیرہ۔ زلزلے پہاڑوں کا

دھنکی ہوئی روئی کی طرح اُڑنا' آسمان کا پھٹ جانا' یومِ حشر اور آخرت کے واقعات وغیرہ۔ لیکن حضورؐ نے اپنی امت کو قیامت سے پہلے ہونے والے تمام واقعات کی وہ تمام تفصیلات بیان فرمادی ہیں جن کا تعلق آنے والے زمانوں سے ہے اور جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا یہ علامات تین اقسام کی ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جو علامات ظاہر ہو چکی ہیں مثلاً نارِ حجاز اور فتنۂ تاتار وغیرہ جنہیں علاماتِ بعیدہ کہا جاتا ہے۔ دوسری وہ جن کا ظہور ہو گیا لیکن ابھی انتہا کو نہیں پہنچی مثلاً زمانے کی تیز رفتاری' علم کا اٹھنا' غربت میں اضافہ' زلزلوں کی کثرت وغیرہ وغیرہ یہ سب جب اپنی انتہا کو پہنچیں گی تو قیامت کی بڑی علامتیں شروع ہو جائیں گی۔

دریائے فرات کے بارے میں مختلف احادیث میں روایہ قائم ہیں۔ قیامت سے پہلے دریائے فرات سے سونے کا ایک پہاڑ نکلے گا۔ دریائے فرات ترکی سے شروع ہو کر شام اور عراق سے بہتا ہوا دریائے دجلہ سے مل کر شط العرب بناتا ہے جو آگے چل کر خلیج فارس میں ملتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

> ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی' یہاں تک کہ دریائے فرات سے سونے کا پہاڑ نہ نکل آئے جس پر لوگوں میں قتل وغارت گری ہوگی اور ہر 100 میں سے 99 قتل ہو جائیں گے اور ان میں سے ہر آدمی کہے گا کہ شاید میں ہی وہ شخص ہوں جسے نجات حاصل ہوگی یعنی خزانے پر قبضہ کر لوں گا''

(حدیث)

احادیث کی کئی مستند کتب میں یہ بیان ذرا ذرا سی تبدیلیوں کے ساتھ آیا ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے اس حدیث کی تشریح میں دریائے فرات کے رو کے جانے کا تذکرہ کیا ہے۔

دراصل یہاں تعمیر ہونے والا ایوان ڈیم دریا کے بہاؤ کو روک چکا ہے۔ اس ڈیم کی تعمیر سے آس پاس کی زمین لہراتی فصلوں اور بجلی کی بڑی مقدار میں پیداوار سے سونا بن چکی ہے۔ یہ ڈیم ایک پہاڑ کی شکل میں نظر آتا ہے۔ اس کی لائی ہوئی خوشحالی کے باعث لوگ اسے سونے کے پہاڑ سے تشبیہ دیتے ہیں۔

ایوان ڈیم دریائے فرات کے اس حصے پر 1975ء میں تعمیر ہوا جو ترکی میں ہے۔ 300 ملین ڈالر کے خرچ سے تعمیر ہونے والا یہ ڈیم 8 ارب ڈالر معیشت کو دے چکا ہے۔ یہاں ترکوں اور کردوں کے درمیان ہونے والے خونریز فسادات کی تاریخ دیکھیں جو ان وسائل پر قبضے کے لئے جاری ہے تو حدیث کی صداقت کا علم ہو جاتا ہے۔

ظہورِ امام مہدی سے پہلے ایک دمدار ستارے کے نظر آنے کی بھی پیشگوئی کی گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

''اس کے آنے سے پہلے ایک دمدار ستارہ مشرق سے طلوع ہوگا''

(المتقی الہندی)

یہی بیان امام جعفر صادقؒ سے بھی روایت ہے جنہوں نے فرمایا کہ امامِ آخر کے آنے سے پہلے ماہِ صفر میں ایک دُمدار ستارہ نظر آئے گا جس کا نام الکرب الزشفا ہوگا۔ یہ تب بھی نظر آیا تھا جب عباسی خلیفہ آیا تھا۔ یہ تب بھی نظر آیا تھا جب طوفانِ نوحؑ آیا تھا۔ یہ تب بھی طلوع ہوا تھا جب حضرت ابراہیمؑ کو نمرود کے حکم سے آگ میں پھینکا گیا تھا۔ یا جب

فرعون کا لشکر غرقِ دریا ہوا تھا۔ چنانچہ یہ ستارہ طلوع ہوتے وقت دنیا میں اہم واقعات لے کر آیا۔ ہیلی کا یہ دمدار ستارہ 74 سے 79 سال کی مدت کے بعد نظر آتا ہے۔ آخری بار یہ 1986ء میں نظر آیا تھا اور اب 2061ء میں نظر آئے گا۔

''امر بن شعیبؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا
کہ ذوالحجہ کے مہینے میں قبائل آپس میں لڑیں گے۔
حاجیوں کو لوٹا جائے گا اور منیٰ کے میدان میں لڑائی ہوگی
جس میں کئی لوگ اس طرح مارے جائیں گے کہ ان کا
لہو بہتا ہوا مقام جُمرہ تک آجائے گا''

(حدیث)

20 نومبر 1979ء کو شام 5 بجے جب 50 ہزار سے زائد مسلمان خانۂ خدا کا طواف کر رہے تھے ایک سعودی نے اپنی سب مشین گن نکال کر ان پر فائرنگ شروع کر دی جس کے بعد ایک ہزار سے زائد اس کے ساتھیوں نے مسجد الحرام کی اہم پوزیشنیں سنبھال کر ان کا کنٹرول سنبھال لیا۔ یہ محاصرہ دو ہفتے تک جاری رہا۔ اس کے بعد فرانس سے لائی گئی خصوصی گیس فضا میں چھوڑ کر باغیوں کو بے ہوش کر دیا گیا تاہم کسی بھی شخص کو گرفتار نہیں کیا گیا اور تمام کو موقع پر ہی موت کی نیند سلا دیا گیا۔ اس واقعہ کے 7 برس بعد مزید خونریزی تب ہوئی جب مظاہرہ کرتے 402 حاجیوں کو مار ڈالا گیا۔ سعودی فورسز اور ایرانی حاجیوں دونوں نے ارضِ مقدس پر ایک دوسرے کو نشانہ بنا کر گناہ کا ارتکاب کیا اور اس طرح 1400 برس قبل بیان کی گئی حدیث کی پیشگوئی پوری ہوئی۔

شق القمر کا معجزہ ہجرت سے 5 برس پہلے کا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے

روایت ہے کہ مکے کے لوگوں نے رسولؐ سے مطالبہ کیا کہ وہ کوئی معجزہ دکھائیں۔ جواب میں رسولؐ نے چاند کے دو ٹکڑے فرمادیے اس طرح کہ ان کے درمیان حرا کا پہاڑ نظر آرہا تھا۔ ابن خاطر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ چاند کے ٹکڑے ہونے کا یہ منظر ہندوستان تک دیکھا گیا۔ لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں موجود ایک انتہائی قدیم دستاویز جس کا حوالہ نمبر عربی 2807 152/173 ہے اس کے مطابق ہندوستان کے جنوب مغربی ساحلی علاقے ملابار میں یہ پرانی روایت چلی آرہی ہے کہ ان کے ایک بادشاہ چکرورتی فرمس نے چاند کے ٹکڑے ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جب اسے خبر ملی کہ مکے میں خدا کے ایک پیغمبر نے یہ معجزہ دکھایا ہے تو وہ اپنا تخت اپنے بیٹے کے سپرد کر کے مکے کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر رسولؐ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور ان کی ہدایت پر وطن واپسی کے دوران یمن کی بندرگاہ زعفر کے نزدیک اس کا انتقال ہوگیا کئی صدیوں تک اس علاقے میں ہندوستانی بادشاہ کا مزار مرجعِ خلائق رہا۔

دور حاضر کے چند دانشوروں کے نزدیک شقہ کا مفہوم زمین کا کھودا جانا ہے۔ وہ دلیل کے طور پر قرآن شریف کی سورۃ عبس کی 26ویں آیت بیان کرتے ہیں۔ جس میں کہا ہے:

> ''ہم نے خوب پانی برسایا، پھر پھاڑا زمین کو اچھی
> طرح اس میں سے اناج اگائے اور انگور اور ترکاری اور
> زیتون اور کھجور اور گنجان باغات''
>
> (سورۃ عبس 26آیت)

یہاں شقہ کا لفظ ٹکڑے کیے جانے کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ زمین کے کھودے

جانے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ان دانشوروں کے نزدیک قیامت کی یہ نشانی 1969ء میں اس وقت پوری ہوئی جب انسان نے چاند پر چہل قدمی کے بعد 20 جولائی کو وہاں سے 21 کلوگرام پتھر اور مٹی جمع کیے۔ ان کا کہنا ہے کہ پہلے آنے والے انبیاء کے برعکس رسول کو روایتی معجزوں کی بجائے صرف قرآن کریم کا ہی معجزہ عطا ہوا تھا۔ لیکن شق القمر کا واقعہ احادیث کی مستند کتب میں اس طرح بیان ہوا جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا اور جمہور علماء کا اس پر کامل اتفاق ہے۔

اس پروگرام کے پہلے حصے میں، میں نے دعوت دینے والی دو جماعتوں کے درمیان رسولؐ کی پیشگوئی کے حوالے سے کہا تھا کہ یہاں جنگِ صفین کا ذکر ہوا ہے جو حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان صفین کے مقام پر ہوئی تھی۔ تاہم عہد حاضر کے علماء کا کہنا ہے کہ جس جنگ کی طرف اشارہ کیا گیا تھا وہ 1980ء سے 1988 تک جاری رہنے والی وہ افسوس ناک ایران، عراق جنگ تھی جس میں دس لاکھ مسلمان شہید ہوئے، چار لاکھ سے زیادہ عراقیوں اور ساڑھے تین لاکھ ایرانی مسلمانوں کو جان و مال سے ہاتھ دھونا پڑا۔ عالمی قوتوں کی سازش کے شکار مسلمان بے دردی سے ایک دوسرے پر مہلک اور تباہ کن ہتھیار استعمال کرتے رہے۔ اس حقیقت سے بے خبر کہ اس خونی کھیل کے اختتام پر کوئی بھی فریق فتح مند نہیں ہو سکے گا۔ یہ سانحہ عہدِ حاضر میں امتِ مسلمہ کو پیش آنے والے بڑے سانحات میں سے ایک ہے۔

ان علامات کو جو ابھی جاری ہے علاماتِ متوسطہ کہا گیا ہے۔ جب کہ بڑی علامتوں یعنی علاماتِ کبریٰ میں امام مہدی کا ظہور، دجاّل کا خروج، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جیسے واقعات ہیں جن کا درمیانی فاصلہ بہت کم ہوگا۔

امام مہدی کے بارے میں اس کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں کہ معنوی

اعتبار سے وہ تواتر تک پہنچ گئی ہیں۔ متواتر احادیث ان احادیث کو کہتے ہیں جو صحیح ہوں اور جنہیں ایسے ثقہ راویوں نے بیان کیا ہو جن کا اتفاق محال ہو۔ سند کی ابتداء سے انتہا تک اسی قسم کے راوی ہوں۔ جمہور علماء کے درمیان اس سے علم قطعی ہوتا ہے جو کہ واجب اور اس پر عمل فرض قرار پاتا ہے۔ امام مہدی کی شان میں وارد ہونے والی احادیثِ متواتر پر ماضی و حال کے تمام علماء کا سوائے ابن خلدون کے اس بات پر اجماع ہے کہ عقیدتاً اور تصدیقاً اس بات پر ایمان لانا واجب ہے۔ مروی احادیث پر توجہ دے کر صرف اسی موضوع پر 30 سے زیادہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ میں یہاں یہ بھی کہتا چلوں کہ امام مہدی کے ظہور کا عقیدہ معمولی ردّ و بدل کے ساتھ تمام فرقوں میں چلا آ رہا ہے۔

ہمارے عہد کا ایک اہم فتنہ وہ بیانات تحریریں اور کتابچے بھی ہیں جنہیں پڑھ کر لوگ پریشان ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں میں وسوسے پیدا ہو جاتے ہیں۔ سچ صرف یہ ہے کہ دین مکمل ہو چکا اور اس کی تمام جزیات تسلیم شدہ ہیں اور اگر اب سوا چودہ سو سال بعد کوئی شخص ایک نئی بات لے کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اب تک کسی نے اس بات کو سمجھا ہی نہیں اور اب اس شخص پر یہ حقیقت منکشف ہوئی ہے تو خود یہ دعویٰ ہی اس کی سچائی جھٹلانے کے لئے کافی ہے۔ رسولؐ نے مسیح دجاّل کی کامل صفات کا ذکر کیا ہے جن کا تذکرہ میں آئندہ کرونگا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کی صفات کو بھی حضورؐ نے تفصیل سے بیان کیا ہے لیکن جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ مہدی کا نام اور اُن کی صفات جو اب تک بیان ہوئیں اُن کے مطابق محمد بن عبداللہ اُن کا نام ہوگا اور وہ حضورؐ کی نسل سے بلند پیشانی والے اور درمیان سے بلند ناک والے ایک نوجوان ہونگے۔ ظاہر ہے یہ صفات تو بہت سے لوگوں میں پائی جا سکتی ہیں۔ لازمی ایسی نشانی ہونی ضروری ہے کہ جب ان کا ظہور ہو تو دو آدمیوں کی رائے بھی مختلف نہ ہو۔

امام مہدی کا ظہور ہرمجدون کی جنگ کے بعد ہوگا۔ خصوصاً 11 ستمبر 2001ء کے واقعات کے بعد یہودیت کے ربیّوں اور عیسائیت کے مبلغین نے اس سانحے کو انجیل اور یہودی صحیفوں میں پائی جانے والی کچھ پیشینگوئیوں کی تکمیل قرار دیا گیا ہے۔ اور اکثر نے عراق اور افغانستان پر امریکہ اور برطانیہ کی فوجی کارروائی کو بائبل کی پیشگوئی یعنی ہرمجدون یا حق و باطل کے درمیانی آخری عظیم جنگ کا مقدمہ قرار دیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ہرمجدون کے ثبوت کے لئے اہلِ کتاب کے اقوال کثرت سے وارد ہوئے ہیں لیکن بہت سے مسلمان تو جانتے ہی نہیں کہ یہ ہرمجدون کیا ہے۔ اور اس خطرناک لفظ کے اہلِ کتاب کی لغت میں کیا معنی ہیں۔

ہرمجدون عبرانی زبان کا لفظ ہے جو دو مقطعوں سے مل کر بنا ہے۔ عبرانی زبان میں ہر کا مطلب ہے پہاڑ اور مجیدو فلسطین کی ایک وادی کا نام ہے۔ البتہ اب یہاں کوئی پہاڑ موجود نہیں ہے۔ آنے والی جنگ کا یہی میدان ہوگا جو شمال میں مجیدو سے لے کر جنوب تک میں ایدون تک 200 میل کے فاصلے پر پھیلا ہوا ہے جب کہ مغرب میں یہ میدان بحرابیض متوسط سے لے کر مغرب میں وہاب کے ٹیلوں تک 100 میل تک چلا گیا ہے۔ فوجی ماہرین خاص طور پر پرانے حملہ آور اس علاقے کو سٹریٹجک موقع محل کے لحاظ سے بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ یہ علاقہ تاریخ نے 20 مرتبہ سے زیادہ یعنی یروشلم سے بھی زیادہ اجڑتے دیکھا ہے۔ تاریخ کے صفحات میں درج دنیا کی قدیم ترین جنگ میں 1489 ق م میں ططمس سوئم نے اپنے لشکر کے ساتھ یہاں کے آباد شہر پر قبضہ کرلیا تھا۔ جنگ عظیم اوّل کے دوران میں بھی یہ مقام تب اہمیت اختیار کر گیا تھا جب برطانوی جنرل ایلنبائے نے 3 ہزار سال پہلے ططمس سوئم کی حکمتِ عملی کو اپناتے ہوئے ترکوں کی فوج کو بے خبری کے عالم میں گھیر لیا تھا۔ ہرمجدون کے لفظ سے اہلِ کتاب واقف ہیں کیونکہ یہ لفظ ان کے علماء کی کتابوں اور بحثوں میں بکثرت ملتا

ہے۔اہلِ کتاب سے یہاں میری مراد یہود ونصاریٰ ہیں اور ہمیں رسول اللہؐ نے یہ اجازت دی ہے کہ ہم ان سے روایت کریں۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''میری طرف سے لوگوں کو بات پہنچاؤ خواہ وہ ایک
آیت ہی کیوں نہ ہو اور بنی اسرائیل سے روایت کرو۔
اس میں کوئی ہرج نہیں''

ہاں یہ شرط ہے کہ ہم پوری احتیاط سے ان کی بات سنیں اور صرف وہی بات اختیار کریں جو ہماری شریعت کے عین مطابق ہو۔شریعت اس کی شہادت دے اور خلافِ شریعت بات رد کر دیں۔انجیل میں ہے کہ:

''تمام شیطانی روحیں اور دنیا جہان کی فوج سب
ہرمجدون نامی جگہ پر جمع ہوں گے''
(سفر الرویا انجیل 16.16)

7 امریکی صدور ہرمجدون پر یقین اور اعتماد کے ساتھ اپنی پالیسیاں وضع کیا کرتے تھے اور اپنی صدارتی مہم کے دوران امریکی صدر رونالڈ ریگن نے کہا:

''موجودہ نسل ہرمجدون کا معرکہ ضرور دیکھے گی یہ کل
بھی رونما ہو سکتا ہے''

اپنی اس تقریر کا اختتام صدر ریگن نے مغربی دنیا کے عوام کا خدا پر مکمل اعتقاد اور سوویت یونین کی شیطانی سلطنت پر ان کی یقینی فتح کی پیشینگوئی سے کیا۔انہوں نے انجیل

کے یہ جملے دہرائے کہ خدا نے ان کو طاقت دے دی جو کمزور تھے تا کہ وہ عقاب کی طرح اپنے پر پھیلا کر آگے بڑھیں اور خوفزدہ نہ ہوں۔ صدر ریگن کے اس خطاب کے بعد سوویت یونین نے اپنی ایٹمی تنصیبات کو ہائی الرٹ کر دیا اور ایک انتہائی خطرناک صورتحال یوں پیدا ہو گئی کہ معمولی سے حملے کی خبر کی شک پر سوویت یونین امریکہ کی طرف حملے کی پیش قدمی کر سکتا تھا۔

امریکی ٹی وی چینلز پر مغربی پروگرام پیش کرنے والے معروف امریکی دانشور جمی سواگرٹ نے لکھا:

> ''میں چاہتا تھا کہ کہہ سکوں کہ ہماری صلح ہونے والی ہے مگر میں آنے والے ہرمجدون کے معرکے پر یقین رکھتا ہوں۔ بے شک ہرمجدون آ کر رہے گا۔۔۔ وادیٔ مجیدو میں گھمسان کا رن پڑے گا۔ وہ ضرور آ کر رہے گا۔ صلح کے جس معاہدے پر وہ دستخط کرنا چاہیں' کر لیں۔ معاہدہ کبھی پورا نہیں ہوگا کیونکہ تاریک دن آنے والے ہیں''

(Prophecy & politics, page 37)

اسی کتاب میں سوفیلڈ کا یہ قول بھی درج ہے کہ مخلص عیسائیوں پر واجب ہے کہ وہ اس واقع کو خوش آمدید کہیں کیونکہ ہرمجدون کے آخری معرکے کے شروع ہوتے ہی حضرت عیسیٰ انہیں اٹھا کر بادلوں میں لے جائیں گے۔ اس طرح وہ بچ جائیں گے اور ان کو ان تکالیف کا ہرگز سامنا نہیں کرنا پڑے گا جو روئے زمیں پر جاری ہوں گی۔ یہ تو عیسائیت کی

بات ہے لیکن یہودیت کی اصطلاح میں ہر مجدون قیامت سے پہلے رونما ہونے والے بہت سے واقعات کی خبروں پر مبنی ایک عقیدہ ہے۔ اس عقیدے کے مطابق یہودی دنیا کے مختلف علاقوں سے آ کر بیت المقدس میں آباد ہو جائیں گے۔ ان کے کہنے کے مطابق اسرائیل کی حکومت اسی پیشگوئی کا حصہ ہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد پوری دنیا یہودیوں کی دشمن ہو جائے گی۔ اور بہت سی قوتیں مل کر ایک ساتھ یہودیوں کے خلاف جنگ کریں گی۔ اس جنگ میں خدا خودنعوذ باللہ اسرائیل کی طرف سے لڑے گا اور حملہ آور فوج کو شکست ہوگی۔ پھر مسیح موعود کا نزول ہوگا جو دنیا کو عدل وانصاف اور امن وامان سے بھر دیں گے۔ پھر دنیا کے تین مذاہب ایک دوسرے میں ضم ہو جائیں گے اور تینوں بیت المقدس کے آس پاس ایک مشترکہ عبادت گاہ قائم کریں گے۔ پھر دجاّل یعنی Anti-Christ کا خروج ہوگا جس کے پاس شیطانی قوتیں ہوں گی۔ یہ یہودیت کے مطابق ہے۔ اس عقیدے پر قائم یہودیوں کے برخلاف ہمیں یعنی مسلمانوں کو اس معرکے کی تفصیلات اور نتائج سے اختلاف ہے۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ یہ معرکہ اتحادی اور عالمی سطح پر ہوگا جس میں مسلمان اور اہل روم یعنی یورپ اور امریکہ ایک ساتھ ہونگے اور وہ مل کر ایک مشترکہ دشمن سے لڑیں گے۔ ایسا دشمن جسے ہم نہیں جانتے۔ جہاں تک یہودیوں کا تعلق ہے ہمارے ہاں یہ بات واضح نہیں کہ اس جنگ میں یہودیوں کا کیا کردار ہوگا لیکن وہ اس جنگ میں الجھیں گے ضرور اور انجیل کے مطابق ان کی دوتہائی تعداد تباہ ہو جائے گی۔

"سات ماہ گزرنے کے بعد زمین صاف کرنے
سے پہلے بنو اسرائیل ان کو دفن کر سکیں گے"

(سفرِ ذکریا 13:8 سفر حزقیال 39:12)

اس معرکے کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا:

''عنقریب اہلِ روم امن کی خاطر صلح کرلیں گے پھر تم ان کے ساتھ مل کر ایسے دشمن سے لڑو گے جوان کے ورے ہے۔ تم سلامت رہو گے۔ مالِ غنیمت حاصل کرو گے پھر تم ایک ٹیلوں والی چراگاہ میں قیام کرو گے۔ پھر رومیوں کا ایک آدمی کھڑا ہو کر صلیب بلند کرے گا اور کہے گا کہ صلیب غالب آ گئی۔ اس کے بعد ایک مسلمان کھڑا ہو کر اُسے قتل کر دے گا۔ رومی عہد توڑ دیں گے پھر خونریز جنگیں ہوں گی۔ وہ تمہارے خلاف 80 جھنڈوں تلے جمع ہوں گے اور ہر جھنڈے تلے 12 ہزار کا لشکر ہوگا''

(احمد،ابوداؤد،ابن ماجہ)

یعنی اس حدیث سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ دو جنگیں ہونگی۔ پہلی ہر مجدون کی عالمی جنگ جس کا تذکرہ ہوا اور دوسری کو الملاحم یا الملحمۃ الکبریٰ کہا گیا ہے۔ یہ معرکہ ہے جو ہر مجدون کے بعد مسلمانوں اور رومیوں یعنی عیسائیوں کے درمیان تب ہوگا جب وہ عہد شکنی کریں گے۔

ڈاکٹر اسرار احمد:

آخری زمانے میں بڑی عظیم جنگیں ہونگی۔ جن میں سے ایک کو کہا گیا ہے۔ الملحمۃ العظمیٰ Armacadon یا الملحمۃ الکبریٰ۔ عظمیٰ اعظم کا مونث ہے اور کبریٰ اکبر سے نکلا

ہے۔ یعنی وہ جنگ تاریخ انسانی کی عظیم ترین جنگ ہوگی اور اس جنگ میں عیسائی ہوں گے جنہیں حدیث میں رومی کہا گیا ہے۔ اصل میں حضورؐ کے زمانے میں رومن امپائر عیسائیت کی نمائندگی کر رہی تھی اس لئے اہل روم اور عیسائی ہم معنی الفاظ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ تو رومی مسلمانوں پر چڑھ دوڑیں گے اور ان کے 80 علم ہونگے اور ہر علم کے نیچے 12 ہزار فوجی ہونگے۔

☆☆ یعنی بڑی Coalition ہوگی 80 لاکھ کی Coalition

☆☆☆ جی ہاں بڑی Coalition اور وہ مسلمانوں پر چڑھ دوڑیں گے اور اس اعتبار سے کہ مسلمانوں کو شدید نقصان ہوگا اور یہاں مراد میرے خیال میں مسلمانوں سے عرب ہیں کیونکہ یہ جنگ مڈل ایسٹ میں ہوگی۔

☆☆ تو ڈاکٹر صاحب ایک تاثر یہ تھا کہ اس جنگ میں مسلمان اہل روم کے ساتھ ہونگے۔

☆☆☆ اصل میں یہ کہا گیا ہے کہ پہلے تو ایک جنگ ہوگی جس میں مسلمان اور رومی ایک ساتھ ہوں گے اور وہ ایک اور طاقت کے جو تمہارے پیچھے ہوگی ورائے قم' ان سے جنگ کریں گے۔ اس میں یہ Coalition فتح یاب ہو جائے گی یعنی مسلمان اور عیسائی۔

☆☆ یہ کس کے Aganist ہوں گے؟

☆☆☆ یہ نام نہیں دیا گیا۔ ورائے قم یعنی ایک قوت ہوگی تمہارے پیچھے۔

☆☆ یعنی رشیا' چائنا !

☆☆☆ نہیں میری تعبیر اس میں عراق ہے اس لئے کہ جو پہلی خلیج کی جنگ 1991ء میں ہوئی اس میں عرب ممالک' امریکہ' یورپ سب اکٹھے تھے صدام کے

خلاف اور اس میں ان کو فتح حاصل ہوئی تھی۔

☆☆ یہودی بھی تھے

☆☆☆ یہودی نہیں تھے۔ یہودیوں کو خاص طور پر روک دیا گیا تھا۔ امریکہ نے کہا تھا کہ تمہاری Protection ہمارے ذمہ ہے تم آرام سے بیٹھے رہو۔ انہیں Patriot میزائل دے دیئے گئے تھے کہ اگر کوئی Skud میزائل تمہاری طرف آ بھی گیا تو یہ Patriot اسے فضا میں اڑا دے گا۔ اور اگر خدانخواستہ یہودی کھڑے ہو گئے ہوتے تو یہ یہودی VS عرب مسئلہ بن جاتا۔ پھر عرب اس پوزیشن میں نہ رہتے جس میں وہ امریکہ کے ساتھ تھے لہٰذا Strategy یہی رکھی کہ یہودیوں کو باہر رکھا جائے حالانکہ اس جنگ کے خاتمے پر شوازوف جوان کا کمانڈر انچیف تھا اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ ہم نے یہ جنگ اسرائیل کی حفاظت کے لئے لڑی ہے۔ جنگ لڑی تو اسرائیل کے لئے لیکن اسرائیل کو اس میں شامل نہیں کیا۔ میرے نزدیک اس حدیث کا تعلق خلیج کی اس جنگ ہے جس میں یہودی نہیں بلکہ عیسائی اور مسلمان یکجا تھے ایک اور طاقت کے خلاف میرے نزدیک وہ روس نہیں بلکہ عراق تھا۔ اور وہ چیز واقع ہو چکی ہے اس کے بعد آیا ہے کہ تمہارے اور رومیوں کے درمیان معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔ وہ جواب آ ثار نظر آ رہے ہیں کہ سعودی عرب کے بارے میں جو شکوک وشبہات پیش کئے جا رہے ہیں امریکہ کی طرف سے اور گویا کہ رفتہ رفتہ ایک کیس بنایا جا رہا ہے۔ اور وہ کیس رفتہ رفتہ پاکستان کے خلاف بھی بنایا جا رہا ہے لیکن یہ وہ کچھ عرصہ اسے دبا کے رکھ دیتے ہیں تا کہ وہ فائل بوقت ضرورت کام آئے۔

☆☆ اب اگلی جنگ جو ہوگی وہ ہرمجدون ہوگی؟

☆☆☆ اس کے بارے میں قرآن شریف سے ہٹ کر دوسری کتابوں میں بھی ذکر ہے۔ یہ تو بائبل کی بہت بڑی Prophecy ہے۔ Armacedon کا لفظ وہیں سے آیا ہے بائبل کی آخری کتاب ہے The Book of Revelation of John، John the Baptist نہیں ایک تو حضرت یحییٰؑ کو بھی جان کہتے ہیں یعنی John the Baptist حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں میں سے ایک جان تھے ان کے مکاشفات کے اندر اس کا ذکر ہے کہ بہت بڑی جنگ ہوگی اور اس کو اگر آپ ڈکشنری میں دیکھیں Armecadon کے لفظ کو تو اس مطلب ہے A very big war between the forces of good & evil before the end of this world اس کے بارے میں حدیث میں یہ آتا ہے کہ وہ صرف عیسائی ہوں گے اور اس میں 80 جھنڈے ہوں گے۔ 80 علم کہا گیا ہے۔ ملک کا تذکرہ نہیں ہے اور ہر علم کے نیچے 12 ہزار کی فوج ہوگی اور مسلمانوں کا شدید نقصان ہوگا۔ ایک حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ ایک باپ کے اگر 100 بیٹے ہوں گے تو 99 قتل ہو جائیں گے۔ لیکن اس کے بعد Tables will be turned اور یہ آج میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیسے ہوگا۔ اتنی بڑی قوت کے خلاف پھر عربوں میں کس طرح اتنی جان آجائے گی کہ پھر ان کا پلڑا بھاری ہو جائے گی۔ ان کے حق میں حالات کیسے بدل جائیں گے یہ سارے ملک جو عربوں سے چھن گئے ہونگے یعنی عراق، ترکی وغیرہ یہ سب پھر عربوں کو واپس مل جائیں گے۔ اس وقت پھر

دجاّل وارد ہوگا اور کلیم کرے گا اور یہودیوں کی قیادت کرتے ہوئے سامنے آئے گا“۔

احمد اور ابوداؤد نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کی موت کے وقت قوم اختلاف کا شکار ہو جائے گی۔ ایک آدمی بھاگ کر مدینے سے مکہ چلا جائے گا۔ اس کے بعد مکّے سے کچھ لوگ آئیں گے جو اسے زبردستی باہر نکال کر رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے۔ مسلم نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ پناہ لینے والا بیت اللہ کی پناہ لے گا۔ اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ ابھی وہ وہیں ہوں گے کہ لشکر زمین میں دھنس جائے گا یعنی امام مہدی کعبہ شریف میں طواف کر رہے ہوں گے کہ لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور پہچانیں گے وہ یہی مہدی ہیں۔ رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان وہ لوگ ان پر بیعت کریں گے جن کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی تعداد نہ ہی ساز و سامان۔ وہ کعبہ شریف کی پناہ لیں گے۔ ان سے لڑنے کے لئے مسلمانوں کا ہی ایک لشکر مکہ کا رخ کرے گا لیکن مدینہ سے کچھ فاصلے پر ذای الخلیفہ کے مقام پر یہ لشکر زمین میں دھنس جائے گا اور جو ایک دو لوگ بچیں گے وہ باقی لوگوں کو اس واقعہ کی خبر دیں گے۔ یعنی ظہور مہدی کی یقینی علامت ہے کہ ان سے لڑنے کے لئے آنے والی فوج رستے میں ہی تباہ ہو جائے گی۔ یہ دیکھ کر لوگ گروہوں اور جماعتوں کی شکل میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرینگے۔ شام کے ابدال اور عراق کے اولیاء اور نیک لوگوں کی جماعتیں ان کے پاس آ کر بیعت کریں گی اور ہر شخص پر ان کی بیعت واجب ہوگی۔ میں یہاں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ اس بات کا تعین دشوار ہے کہ امام مہدی کا ظہور کس جانب سے ہوگا۔ حافظ ابن کثیر اپنی کتاب الفتن والملاحم میں قطعی رائے دیتے ہیں کہ امام مہدی کا خروج مشرق سے ہوگا جبکہ امام قرطبی اپنی کتاب التذکرۃ القرطبی میں کہتے ہیں کہ امام مہدی

کا ظہور مغرب سے ہوگا جب کہ ایک روایت جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا یہ ہے کہ خلیفہ کی موت کے بعد اختلاف ہوگا تو مدینے کا ایک شخص بھاگ کر مکہ چلا جائے گا اور یہی مہدی ہونگے مگر اللہ کی خاص حکمتِ عملی کے تحت یہی مناسب ہے کہ ان کے خروج کی جگہ اور روانگی کے مقام کو خفیہ رکھا جائے تا کہ ان کی قیام گاہ دشمن کی ایذا سے محفوظ رہے۔

☆☆ ڈاکٹر صاحب حضرت امام مہدی کون ہیں۔ یہ مجدد ہیں یا ولی ہیں نبوت تو ظاہر ہے ختم ہوئی۔ یہ کون ہوں گے؟

☆☆☆ حضرت امام مہدی کے لئے دو آرا ہمارے ہاں ہیں۔ ایک اہل تشیع کی رائے ہے کہ جو حضرت علیؓ کی نسل میں آئمہ معصومین میں حضرت علی بن حسینؓ، پھر امام زین العابدینؒ، پھر امام باقرؒ اور پھر آخری حسن عسکریؒ اور ان کے بیٹے کا نام مہدیؒ تھا۔ انہیں اس خوف کہ بنو عباس قتل کر دیں گے، چھپا دیا گیا تھا۔ وہ 200 برس تک چھپے رہے اور لوگ ان سے جا کر استفادہ بھی کرتے رہے۔ اس کو کہتے ہیں غبوبت صغریٰ۔۔۔ یعنی وہ جزوی طور پر غائب تھے۔ کچھ لوگ ان سے جا کر ہدایات لیتے تھے۔ اس کے بعد غبوبت کبریٰ ہوئی یعنی وہ بالکل غائب ہو گئے کسی سے رابطہ نہ رہا۔ البتہ وہ ظاہر ہوں گے قیامت کے نزدیک جا کر اور وہی امام مہدی ہوں گے۔ وہ بارہویں امام ہوں گے جو اب بھی زندہ ہیں مگر امامِ غائب ہیں۔ وہ امامِ حاضر ہو جائیں گے۔ ابھی وہ امامِ منتظر ہیں جن کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ اہلِ سنت کے نزدیک وہ مجدّدین میں سے ہوں گے۔ مجدّدین کا سلسلہ وہ ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سرے پر ایک ایسے شخص کو رکھتا رہے گا جو دین کو تازہ کر

دے‘‘۔ یعنی 100 سال کے عرصے میں دینی تعلیمات پر اگر کوئی غبار آ گیا‘ کوئی رسومات اختیار کر لی گئیں‘ کوئی بدعات آ گئیں تو ان سب کو ہٹائے گا اور اصل اسلام کا چہرہ دکھائے گا۔ مجددین امت میں سے آخری مجدد‘ مجددِ کامل ہوں گے۔ اکثر مجددین نے صرف علمی خدمات انجام دیں۔ یعنی اگر یونانی فلسفہ کا غلبہ ہوا تو اس کا توڑ کر دیا۔ دنیا پرستی کا غلبہ ہوا تو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اللہ کی طرف راستہ دکھایا۔ ایک وقت میں تصوف کا راستہ بہت غلط سمت چلا گیا تھا اور ہمہ اوست تک بات پہنچ گئی تھی تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اسلام کو مضبوط کیا۔ اس طرح شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے قرآن مجید سے جو دوری لوگوں کو ہو گئی تھی اس ختم کرنے کے لئے Back to the Quran یا رجوع القرآن کی تحریک شروع کی۔ اکثر مجددین کا معاملہ یہ ہے کہ انہوں نے علمی کام کئے۔

☆☆ یہ مجدد سو سال کے بعد آتے ہیں۔

☆☆☆ تقریباً سو سال میں ایک مگر ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں۔

☆☆ یہ خود کلیم کرتے ہیں۔

☆☆☆ بعض نے کلیم کیا۔ جسے مجدد الف ثانی نے کلیم کیا۔ شاہ ولی اللہؒ نے بھی کہا کہ مجھے محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ جب خیر کا ارادہ کرتا ہے تو مجھے اس کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ لوگوں نے ان کی خدمات کو Assess کر کے انہیں یہ خطاب دیا۔

☆☆ کوئی تنازعہ نہیں کھڑا ہوا۔

☆☆☆ نہیں۔

☆☆ لوگ مانتے ہیں مجددّ دین کو۔

☆☆☆ جی ہاں۔ اب مجددّ کامل کی طرف آئیں۔ یہ صرف علمی اصلاح نہیں کریں گے بلکہ اللہ کے دین کو بالفعل اسی طرح قائم کریں گے جیسے کہ محمدؐ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ایک نظام کی حیثیت سے اللہ کے دین کو قائم کیا تھا۔ یہ ہوں گے حضرت امام مہدی۔

☆☆ عین ممکن تھا کہ جس طرح امام مہدی کی علامات اور صفات کے بارے میں واضح نشانیاں بیان کی گئیں اس طرح رسولؐ کی کوئی واضح حدیث ان کی خروج کی جگہ متعین کرتی۔

☆☆☆ ان کا خروج عرب میں ہوگا اور وہ عرب میں ایک اسلامی حکومت قائم کریں گے ایک حدیث بڑی پیاری اور اہم ہے۔ حضرت ام سلمہؓ جو رسولؐ کی زوجہ محترمہ ہیں بیان فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ خلیفہ کے انتقال پر باہمی خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ اس وقت ایک شخص مدینے سے بھاگ کر مکےّ میں چھپ جائے گا۔ غالباً یہ اس لئے ہوگا کے لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ اس کرائسس میں اس شخص کو آگے بڑھ کر کوئی رول ادا کرنا چاہئے یعنی کوئی ایسی شخصیت جس سے یہ توقع ہو کہ وہ میدان میں آ کر لوگوں کی رہنمائی کرے اور وہ ان سے بچ کر اور جا کر مکےّ میں چھپ جائے۔ پھر لوگ اسے تلاش کریں گے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ حالانکہ وہ یہ نہیں چاہتا ہوگا کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے لیکن پھر یہ کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علامتیں بھی ظاہر ہونگی اور پھر وہ ایک مضبوط حکومت عرب میں قائم کرے گا۔ لیکن ان کے حکومت قائم

کرنے کے لئے کسی مشرقی ملک سے فوجیں جائیں گی۔ عرب کے مشرق میں تین ممالک آتے ہیں۔ ایران' افغانستان اور پاکستان۔ تو میرے نزدیک انشاءاللہ زیادہ دیر نہیں لگے گی کہ پاکستان اور افغانستان مل کر ایک ملک بن جائیں گے اور یہیں سے اس اسلامی حکومت کا آغاز ہوگا اور یہیں سے فوجیں چلیں گی کہ جو حضرت مہدی کی بھی مدد کریں گی۔



آغا سیّد علی موسوی:

ہمارا عقیدہ ہے بلکہ کافی اہل سنت بھائی بھی اس پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میرے بعد 12 خلیفہ ہوں گے۔ اور یہ سب کے سب قریش سے ہوں گے بلکہ بعض روایات میں ہے کہ پیغمبر نے فرمایا پہلا علی ہے اور آخر میں مہدی ہیں۔ شیعہ عقیدہ ہے کہ وہ پیدا ہو چکے ہیں اور 2055 میں شاید آپ کے سامنے آئیں گے۔ آپ کے والد امام حسن عسکری ہیں جو ہمارے گیارہویں امام ہیں اور امام مہدی آج تک زندہ ہیں۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ وہ پیدا ہوں گے اور علامات بھی کچھ اس کی ہیں۔ علامات کے ظہور کے بعد امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ دجّال کا خروج' سفیانی کا خروج بہت علامات ہیں۔ کافی علامات ظاہر ہو چکی ہیں۔

امام کا خروج مکہ معظمہ میں مقامِ ابراہیم پر ہوگا۔ وہ اپنے ظہور کا اعلان کریں گے۔ اللہ کی طرف سے ہوگا ہم خود نہیں بنائیں گے۔ شیعہ نقطہ نظر بھی یہی ہے کہ خلافت اور امامت اللہ کی طرف سے ہے۔ سب سے اہم بات وہ معجزہ کہ اُس کے آگے سرِ تسلیم خم کئے بغیر چارہ نہیں وہ یہ ہے۔۔۔ کہ امام مہدی کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ جب ان کا

ظہور ہوگا حضرت عیسیٰ کا بھی ظہور ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے اسلام کا نام باقی رہے گا۔

ہے مملکتِ ہند میں اک طرفہ تماشا
اسلام ہے پابند مسلمان ہے آزاد
مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

اسلام صرف چند رکعت نمازوں کا' مسجد کی تعمیر کا اور ماہ رمضان کے روزوں کا نام نہیں ہے۔ اسلام ایک نظامِ عدل کا نام ہے۔ قرآن کی تدریس رہے گی' قرآن پر عمل نہیں رہے گا۔ البتہ آپ کتابوں کا مطالعہ کریں تو آپ یقیناً اس بات کو محسوس کریں گے کہ وہ علامات تقریباً 70/80 فیصد پوری ہو چکی ہیں۔

امام زمانہ کے ظہور کی علامت یہ ہے کہ نزدیک دور' اور دور نزدیک ہوگا۔ اب دیکھئے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ہماری آواز دنیا میں کہاں کہاں تک جارہی ہے اور کون کون سن رہا ہے اور نزدیک دور ہیں۔ آج باپ بیٹے میں اتنی جدائی ہے کہ باپ بیٹے کو نہیں جانتا اور بیٹے کو باپ کا پتہ نہیں وہ کہاں ہے۔ یہ بھی ایک علامت ہے۔

ایک جملہ اور ہے کہ جب لوہے پر لوہا چلے۔ یہ ریل اس کا ٹائر بھی لوہے کا اور پٹری بھی۔

ہمارا تو عقیدہ رجعت پر ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ امام زمانہ کی شہادت کے بعد وہ کافی دیر تک حکومت کریں گے۔ اور ہمارے آئمہ ایک ایک کر کے دنیا میں آجائیں گے اور ان کی حکومتیں ہوگی اور آخر میں دوبارہ جب امامِ زمانہ کی حکومت ہوگی تو پھر قیامت آجائے گی۔



حضرت ابو اسحاقؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے حسنؓ کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ جیسا کہ رسولؐ نے فرمایا تھا کہ عنقریب اس کی پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی پر ہوگا۔ اخلاق و عادات میں نبی جیسا ہوگا لیکن صورت شکل میں مناسبت نہ ہوگی۔ اس کے بعد علیؓ نے اس شخص کے عدل و انصاف کا واقعہ بیان کیا۔ امام مہدی کا ظہور ایک ایسے موقعہ پر ہوگا جب مسلمانوں کے ایک خلیفہ کا انتقال ہو جائے گا اور اُس کی جگہ خلیفہ مقرر کرنے کا معاملہ درپیش ہوگا۔ اور لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اس کی تفصیل اُم المومنین اُم سلمہؓ یوں بیان فرماتی ہیں:

> ''حضورؐ نے فرمایا کہ خلیفہ کی موت کے وقت لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اس موقعہ پر ایک شخص مدینہ منوّرہ سے نکل کر مکۂ شریف کی طرف بھاگے گا۔ اہل مکۂ اُس کو خلافت کے لئے نکالیں گے تاہم وہ اس معاملے کو ناپسند کرتا ہوگا۔ پھر لوگ حجراسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ پھر دشمن ایک لشکر ان کے مقابلے کے لئے شام سے بھیجے گا تو وہ لشکر بیضا کے مقام پر زمین میں دھنس جائے گا جو مکۂ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے۔ جب لوگ یہ دیکھیں گے تو شام کے ابدال اور اہل عراق کی جماعتیں ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گی۔ پھر قریش میں سے ہی ایک شخص جس کی ننھیال بنو کلب سے ہوگی اُٹھے گا اور ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا۔ امام

مہدی اور ان کی فوج اس پر غلبہ پالے گی اور مالِ غنیمت لوگوں میں تقسیم کر کے نبی کی سنت کو پورا کر دے گی۔ پھر اسلام اپنی گردن زمین پر ڈال دے گا یعنی کرہَ ارض پر اسلام پھیل جائے گا۔ پھر اس کے بعد وہ سات برس زندہ رہیں گے۔ پھر ان کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے"

ابوداؤد فرماتے ہیں کہ بعض راویوں نے ابو ہشام کے حوالے سے یہ کہا کہ امام مہدی نو برس زندہ رہیں گے۔ بعض نے کہا کہ وہ سات سال زندہ رہیں گے اس حدیث میں کفار کے لشکر کے زمین میں دھنس جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ وضاحت کرتا چلوں کہ دوسری احادیث میں حضورؐ نے قیامت سے پہلے کے وقت میں 3 واقعات زمین میں دھنس جانے کے پیش کئے ہیں۔ ایک مشرق میں، ایک مغرب اور ایک عرب میں۔ اس حدیث میں عرب میں پیش آنے والے واقعہ کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ تمام واقعات کی تفصیل کو دیکھ کر جو واقعہ ذہن میں آتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مہدی کے ظہور سے پہلے مسلمانوں کی حالت بہت بے بسی اور بے چارگی کی ہوگی اور پوری دنیا کے مسلمان کسی رہنما کی تلاش میں ہوں گے۔ مدینہ منورہ میں کسی خلیفہ کے انتقال کے بعد امام مہدی مکہ کو روانہ ہوں گے تاکہ لوگ انہیں خلیفہ نہ بنائیں۔ مکہ مکرمہ میں طواف کے دوران لوگ ان کو حدیث میں بیان کردہ علامات سے پہچانیں گے اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان مسلمان ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کریں گے اور وہ اسلامی سلطنت کے قیام کیلئے ساری قوتوں کو جمع کریں گے۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شام اور مصر پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے گا اور مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی حکومت کے قیام اور ان کے اجتماع کی خبر سے عیسائی اور غیر مسلم دنیا پریشان ہوگی۔ اور وہ اپنی

قوتوں کو مغرب میں جمع کر دے گی۔ وہ شام کو اپنا فوجی اڈہ بنائیں گے اور ایک بڑی فوج کے ساتھ مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کیلئے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام پر جمع ہو جائیں گے۔ بعض روایات کے مطابق یہ ایک پہاڑی ہوگی۔ دوسرے ممالک سے مسلمان افواج امام مہدی سے ملنے کے لئے روانہ ہوں گی۔ ان میں ایک فوج سمرقند سے بھی روانہ ہوگی۔ غیر مسلم افواج کوشش کریں گی کہ یہ مسلم افواج امام مہدی تک نہ پہنچ پائیں اور رستے میں ہی ختم ہو جائیں لیکن اللہ کے کرم سے رستے میں ہی زلزلہ آئے گا اور کفار کا لشکر زمین میں دھنس جائے گا۔

ان واقعات کو جو بھی ترتیب دی جائے وہ یقینی نہیں بلکہ ضمنی ہے۔ یقینی بات صرف یہ ہے کہ امام مہدی کے خلاف مکہ اور مدینہ کی جانب پیش قدمی کرنے والا ایک لشکر زلزلے سے تباہ ہوگا۔ قیامت سے پہلے رونما ہونے والے واقعات کی پیشگوئیاں تمام آسمانی کتابوں میں درج ہیں یہودیوں کی موجودہ کتابوں میں بھی عیسائیوں کی مروجہ انجیلوں میں بھی قرآن کریم اور حضورؐ کی احادیث میں بھی اور بعض مشرقی مذاہب مثلاً بدھ مت کے بعض اقوال میں بھی انہی حالات کا ذکر موجود ہے۔ اس وقت دنیا جس تیز رفتاری سے انقلابی تبدیلیاں لا رہی ہے ان کے پیش نظر پوری دنیا اپنے اپنے عقائد کے مطابق ایک ایسی شخصیت کے ظہور کی منتظر ہے جو اس دنیا کے باشندوں کو ایک کلمے پر جمع کر کے یہاں امن و سکون اور عدل و انصاف کی حکومت قائم کرے۔

آج اپنی گفتگو کا اختتام یہیں پر کرتے ہیں۔ اگلی نشست میں ہم بات کریں گے اس پر کہ امام مہدی کو دنیا میں کیا واقعات پیش آئیں گے حضرت عیسیٰ کی دوبارہ واپسی اور خروجِ دجال کے بارے میں بھی بات ہوگی۔

پارٹ 3

آج دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب تیس کروڑ ہے۔ 56 اسلامی ممالک قدرتی ذخائر کے لحاظ سے مثالی علاقہ ہیں۔ یہاں افرادی قوت کی کمی ہے اور نہ ہی وسائل کی۔ پھر بھی مسلمان دنیا بھر میں ذلیل وخوار کیوں ہو رہا ہے۔ یہ سوال ایسا ہے جو آج آپ کے اور ہمارے ذہنوں میں اکثر گونجتا ہے۔

حضورؐ نے آج سے 14 سو سال پہلے اس سوال کا جواب ایک ایسی حدیث میں دیا تھا۔ اگر آپ آنے والے زمانوں کے بارے میں کوئی اور پیشنگوئی نہ بھی فرماتے تو تنہا یہ حدیث رسول اللہ خاتم النبیین کی حق وصداقت کی گواہی دینے کو کافی ہوتی۔

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ :

''رسولؐ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ تم پر دنیا کی اقوام چڑھ آئیں گی۔۔۔اور اس طرح ایک دوسرے کو دعوت دیں گی جس طرح پیالے پر (کھانے پر) دعوت دی جاتی ہے۔ ایک صحابی نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ کیا ہم اس زمانے میں بہت کم ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اس زمانے میں بہت کثرت سے ہوگے

لیکن تم سیلاب کے اوپر چھائے ہوئے کوڑے کباڑ کی
طرح ہوگے اور اللہ تعالے تمہارے دشمن کے
سینوں سے تمہارا رعب نکال دے گا اور اللہ تعالے
تمہارے قلوب میں ''وہن'' ڈال دے گا۔ ایک صحابی
نے پوچھا کہ یارسول اللہؐ یہ وہن کیا چیز ہے۔ آپؐ نے
فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے کراہت''

(سنن ابوداؤد' جلد سوم)

اس حدیث کے تناظر میں آج کی دنیا کا جائزہ لیں جہاں ایک ارب تیس کروڑ مسلمان دنیا کے بہترین حصے کے مالک اور وافر وسائل کے باوجود کس طرح کفار کے لئے ایک لذیذ ڈش بن کر رہ گئے ہیں اور کس طرح اس لقمۂ تر کو کھانے کے لئے کفار ایک دوسرے کو دعوت دے رہے ہیں۔ افغانستان اور عراق کے بعد دسترخوان پر سجے دیگر مسلمان مما لک کی ڈشوں پر ان کی نظریں جمی ہیں اور ہمارا حال حدیث کے عین مطابق سیلاب کے پانی کی سطح پر کروڑوں تنکوں جیسا ہے جو بہتے چلے آرہے ہیں لیکن بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود ان میں کوئی طاقت نہیں ہوتی اور سیلاب کا پانی جہاں چاہے انہیں پھینک دیتا ہے۔ جس امتِ مسلمہ کی ہیبت اور رعب سے پہاڑ رائی بن جایا کرتے تھے' آج کفر کی دنیا کے منصوبہ ساز جب اس اُمتِ مسلمہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کا رویہ ایسا ہوتا ہے جیسے وہ مکھی اور مچھروں کی بات کر رہے ہوں۔

پچھلے باب میں امام مہدی کے آخری مجدّد ہونے کے بارے میں بات ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ جب مسلمانوں میں انتشار وافتراق حد سے بڑھ جاتا ہے اور دین میں باطل عقائد واعمال در آتے ہیں تو مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے کسی

بندے کو ہر صدی میں مجدد بنا کر بھیجتا ہے۔ چنانچہ امام مہدی کا ظہور بھی ایسے ہی حالات میں ہوگا جب مسلمان غیر مسلموں کے ظلم و جبر سے پریشان ہوکر کسی نجات دہندہ کی تلاش میں بے چین ہونگے۔ یہ بھی ذکر ہوا تھا کہ ہر مجدون کی جنگ کے بعد جس میں مسلمان اور اہلِ روم یعنی عیسائی یعنی یورپ اور امریکہ وغیرہ مل کر کسی نا معلوم دشمن کے خلاف لڑیں گے اس کے بعد دونوں کا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ پھر اہل روم 9 مہینے میں ہمارے خلاف ایک لشکر جمع کریں گے۔ 80 جھنڈوں تلے جمع اس فوج میں ہر جھنڈے تلے 12 ہزار سپاہی ہوں گے اور یہی ظہورِ امام مہدی کا وقت ہوگا۔

اسی دوران خلیفہ کی موت واقع ہو جائے گی۔ اس کے بعد امام مہدی مدینہ منورہ سے مکہ چلے جائیں گے جہاں طوافِ کعبہ کے دوران پہچانے جانے پر ان کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی اور ان کی طرف بڑھنے والا مسلمانوں کا ایک لشکر زلزلے سے تباہ ہو جائے گا۔ جونہی یہ لشکر زمین میں دھنسے گا امام مہدی کا چرچا ہو جائے گا اور ان کا نام بلند ہوگا۔ مشرق ومغرب سے بیعت والوں کے وفد ان کے پاس آئیں گے اور ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر مدد کا وعدہ کریں گے۔ فتح یا شہادت۔ پھر امام مہدی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ان خونی جنگوں کا آغاز کریں گے جن کے بارے میں صحیح احادیث ہمیں یہ خبر دیتی ہیں۔

''حضرت نافع بن عتبہؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ تم جزیرہ عرب پر چڑھائی کرو گے۔ اللہ تمہیں فتح دے گا''

(صحیح مسلم)

پہلے لشکر کے دھنس جانے کے بعد امام مہدی سے لڑنے والا دوسرا لشکر یہی جزیرۂ

عرب کے مسلمانوں کا لشکر ہوگا۔ ایک روایت کے مطابق سفیانی نامی قریش کا ایک شخص اس لشکر کی قیادت کر رہا ہوگا۔ اور اس کے لئے وہ اپنے ننھیال بنو کلب سے مدد لے گا۔ اس شخص کے بارے میں ایک حدیث تفصیل یوں دیتی ہے:

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ایک شخص دمشق سے برآمد ہوگا جو کہ سفیانی کہلائے گا۔ اس کی تقلید کرنے والوں کی اکثریت بنو کلب سے ہوگی''

(حدیث)

میں یہاں یہ بتا تا چلوں کہ بنو کلب شام اور عراق کے درمیان پھیلا ہوا ایک وسیع و عریض قدیم عرب قبیلہ ہے۔ صحابیٔ رسولؐ حضرت زید بن حارثؓ کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔

سفیانی کے اس لشکر کو امام مہدی کے ہاتھوں شکستِ فاش ہوگی۔ سفیانی اس شخص کو اس لئے پکارا جائے گا کیونکہ اس کا تعلق ابوسفیان کے خاندان سے ہوگا۔ امام مہدی کی دوسری جانب صحیح مسلم میں حضرت نافع بن عتبہؓ کی روایت کی گئی حدیث کے مطابق فارس یعنی ایران میں ہوئی اور اس کے بعد امام مہدی روم پر حملہ آور ہوں گے۔ اہلِ روم کی اس جنگ کے بارے میں یہ کہا گیا تھا کہ یہ بڑا خونریز معرکہ ہوگا اور اس میں مدمقابل 80 جھنڈوں تلے فوج ہوگی اور اس میں ہر جھنڈے تلے 12 ہزار سپاہی ہونگے۔ اس معرکہ کی تفصیل صحیح مسلم میں یوں بیان ہوئی ہے:

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ
نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک
رومیوں کا لشکر اعماق یا دابق میں نہ پہنچ جائے۔ ان کے
مقابلے کے لئے مدینے سے ایک لشکر نکلے گا جو اس
زمانے کے بہترین لوگوں پر مشتمل ہوگا جب وہ صف
بندی کرلیں گے تو رومی ان سے کہیں گے کہ تم ہمارے
درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو ہم سے قیدی
بنائے گئے ہیں رکاوٹ نہ بنو اور ہمیں ان سے لڑنے دو۔
وہ جواب دیں گے کہ نہیں اللہ کی قسم ہم اپنے بھائیوں
سے لڑنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ چنانچہ لڑائی شروع
ہو جائے گی۔ مسلمانوں کی ایک تہائی مقدار رومیوں
سے لڑائی میں بھاگ جائے گی اور اللہ کبھی ان کی توبہ
قبول نہیں کرے گا۔ ایک تہائی قتل ہو جائیں گے جو اللہ
کے نزدیک بہترین شہید شمار ہوں گے اور ایک تہائی فتح
حاصل کریں گے۔

(صحیح مسلم)

اس حدیث کے مطابق اہلِ روم اور ہمارے درمیان ہونے والا یہ بڑا معرکہ شام میں دمشق کے قریب اعماق یا دابق کے مقام پر ہوگا۔ کچھ کا کہنا ہے کہ اعماق مدینہ کے نزدیک ایک مقام ہے اور دابق مدینہ کے بازار کا نام ہوگا۔ ایک روایت کے رسول اللہؐ نے فرمایا:

''اس بڑے معرکے الملحمۃ الکبریٰ میں مسلمانوں کا
کیمپ ایک ایسی سرزمین میں ہوگا جسے غوطہ کہا جاتا ہے۔
وہاں دمشق کے نام سے ایک شہر ہے وہ اس زمانے میں
مسلمانوں کا بہترین پڑاؤ ہوگا''

(احمد ابوداؤد)

ایک اور حقیقت جو پہلے بیان کی گئی حدیث سے واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ اہلِ روم چونکہ مسلمانوں سے پہلی بات یہ کریں گے کہ ہمیں ان لوگوں سے لڑنے دو جو ہم میں سے قیدی بنا لئے گئے ہیں اس لئے یہ دلیل ہے کہ ہر مجدون کے بعد چونکہ بہت سے عیسائی مسلمان ہو کر مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو چکے ہونگے اور امام مہدی کی طرف سے لڑ رہے ہوں گے اس لئے اہل روم یہ سمجھیں گے کہ وہ ان کے آدمی ہیں جنہیں قیدی بنایا گیا ہے۔

اس جنگ میں ایک تہائی مسلمانوں کے بھاگ جانے اور ایک تہائی مسلمانوں کے شہید ہو جانے کے باوجود اللہ تعالیٰ امام مہدی کی مدد فرمائے گا۔ امام مہدی کی چوتھی جنگ قسطنطنیہ یا استنبول میں ہوگی جو کہ ترکی میں ہیں۔ امام مسلم حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

''تم نے اس شہر سے متعلق کچھ سنا ہے۔ جس کا
ایک حصہ خشکی پر اور دوسرا حصہ سمندر میں ہے۔ انہوں
نے فرمایا ہاں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا'' اس وقت
تک قیامت نہ آئے گی جب تک اسحاقؑ کی اولاد میں

سے 70 ہزار سپاہی اُس پر چڑھائی نہ کر دیں"

(مسلم)

بنو اسحاق سے مراد اہلِ روم ہیں۔ عیس بن اسحاق بن ابراہیمؑ کی نسل میں سے ہیں۔ وہ بنی اسرائیل یعنی یعقوب بن اسحاق کے چچا کی اولاد میں سے ہیں۔ یہاں اس حدیث میں ان اہلِ روم کا ذکر ہوا ہے جو ہر مجدون کے واقعہ کے بعد حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے ہوں گے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں قسطنطنیہ کی فتح کے بعد دجاّل کا خروج ہوگا۔

رسول اللہؐ نے فرمایا :

"بیت المقدس کی آبادی یثرب کی بربادی ہے۔
یثرب کی بربادی کے بعد ملحمہ یعنی خونریز معرکہ ہوگا۔
ملحمہ کے بعد قسطنطنیہ فتح ہوگا اور اس کے بعد دجاّل کا
خروج ہوگا"

(مسند احمد)

دورِ حاضر کے حالات میں یہ بیان کی گئی پیشگوئیاں کس طرح پوری ہوتی نظر آتی ہیں یا آ سکتی ہیں۔ اس پر مزید گفتگو سے پہلے یہ کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ بہت سے لوگ قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے واقعات وتنبیہات کو نظر انداز کرتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ عہدِ حاضر میں دنیا جب اتنی ترقی کر چکی ہے اس ناقابلِ شکست موڑ تک آ چکی ہے یہ سب کچھ کس طرح ممکن ہے۔ کون اس بے پناہ قوت، اسلحہ، فوج طاقت اور تکبّر کو جھکا سکتا ہے۔

سورۃ "ق" کی 36 ویں آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور ان سے قبل ہم کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ان سے قوت میں کہیں زیادہ تھیں۔ لیکن جب ہمارا عذاب آیا لگے ان شہروں کو چھاننے کہ کہیں بھاگنے کی جگہ ہے''

(سورۃ ق 36 آیت)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تباہ ہونے والی اقوام کی دو خصوصیات کا خصوصی تذکرہ فرمایا ہے۔ پہلا یہ کہ وہ بہت طاقتور اقوام تھیں یعنی انہوں نے ایک مضبوط فوجی اور انتظامی ڈھانچہ قائم کرلیا تھا۔ اور اس کے بل بوتے پر خطے میں تسلّط حاصل کرلیا تھا۔ اور دوسرا یہ کہ انہوں نے مخصوص فنِ تعمیر کے حامل بڑے بڑے شہر بسا لئے تھے۔

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ یہ دونوں خصوصیات آج کے دور سے بھی تعلق رکھتی ہیں جس نے سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذریعے وسیع عالمی تہذیب مرکزی ریاستی نظام اور بڑے بڑے شہر تو بنا لئے مگر یہ فراموش کر دیا کہ یہ سب کچھ اقتدارِ اعلیٰ سے ہی ممکن ہے۔ قرآن کریم اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اللہ کا انکار کرنے والی اقوام کو ان کی قائم کردہ بڑی اور مضبوط تہذیبیں نہ بچا سکیں۔ یعنی اللہ کے انکار اور سرکشی سے عبارت آج کی تہذیب کا انجام بھی گزشتہ اقوام سے مختلف نہ ہوگا۔



ڈاکٹر اسرار احمد:

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون رہا ہے قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قوم کی طرف کوئی

رسول بھیجا گیا۔ نبی نہیں رسول۔ نبی اور رسول میں تھوڑا سا فرق ہے۔ یہاں پر یہ نوٹ کرلیں کہ رسول بھیجا گیا اور دعوت اور تبلیغ کے ذریعے سے حجت قائم ہوگئی پورے طور سے حق واضح ہوگیا مبرہن ہوگیا۔ اس کے بعد بھی اگر اُس قوم کی اکثریت نے اس رسول کو Reject کیا تو پھر وہ قوم ہلاک ہوگی۔ جس کی مثالیں قرآن مجید میں 6 بار آتی ہیں۔ قوم نوحؑ، قوم ہودؑ جس کو عاد کہتے ہیں، قوم صالحؑ جس کو ثمود کہا جاتا ہے، سدوم اور عامورہ کی بستیاں جن میں حضرت لوطؑ بھیجے گئے، اسی طریقے سے قوم شعیبؑ یعنی بدین کی قوم اور حضرت موسیٰؑ بھیجے گئے فرعون کی طرف اور فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت غرق ہوا۔ اسی قانون کے تحت جب یہودیوں کی طرف حضرت عیسیٰؑ رسول بنا کر بھیجے گئے اور انہوں نے رّد کر دیا تو وہ مستحق ہو گئے تھے اسی عذاب کے جو عذاب کہ تمام کافر قوموں پر آیا ہے۔ یہ اللہ کی حکمت ہے کہ اللہ نے اس معاملے کو ملتوی کر دیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کو اٹھا لیا اور ان کو گویا یہ مہلت مل گئی کہ ابھی اور یہ دنیا میں رہ لیں۔ اُس کے بعد جب حضورؐ کی بعثت ہوئی تو قرآن مجید میں ہے کہ دیکھو اب بھی تمہارے لئے موقعہ ہے کہ تم نے عیسیٰؑ کو رد کیا لیکن اب محمدؐ پر ایمان لے آؤ تمہارا رب اب بھی تم پر رحم کرنے کو تیار ہے۔ لیکن اگر تم نے وہی راہ اختیار کی کفر کی تو تمہیں وہی سزا ملے گی۔

لیکن انہوں نے حضورؐ کو بھی ردّ کیا۔ یہ مستحق تو ہو چکے ہیں بہت عرصے سے کہ عذابِ استیصال جس کو کہتے ہیں یعنی جڑ کاٹ دی جائے لیکن اس کو اللہ تعالیٰ نے ذرا ملتوی کیا ہوا ہے اس وقت تک کیلئے کہ حضرت مسیحؑ خود آ جائیں جیسے کہ حضرت نوحؑ کے سامنے قوم غرق ہوئی یہاں تک کہ ان کا بیٹا بھی غرق ہوا۔ حضرت صالحؑ، ہودؑ کی نگاہوں کے سامنے ان کی قوموں پر عذاب آیا۔

حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کی نگاہوں کے سامنے فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا۔ اس اعتبار سے حضرت مسیحؑ کے ہاتھوں ان کے لئے آخری سزا آنے والی ہے۔ اور ان

کا وہ Greater Israel جس کا یہ خواب دیکھ رہے ہیں' Greater Graveyard for Jews بننے والا ہے۔

☆☆ حضرت عیسیٰؑ اور امام مہدی کا کیا سلسلہ ہے۔

☆☆☆ امام مہدی تو اس کے بعد انتقال کر جائیں گے 7 سال تک رہیں گے۔ ان کی حکومت عرب میں قائم رہے گی۔ اس کے بعد مسیحؑ کو ایک اور جنگ کرنی ہوگی اور وہ جنگ ہوگی یاجوج اور ماجوج کے خلاف۔



مستقبل کے بارے میں بیان کئے گئے واقعات و حالات کا اصل مطلب سمجھنے کے لئے اس موڑ پر یہ ضروری ہے کہ ہم قرآن مجید میں بیان کئے گئے ماضی کے عظیم الشان محلات اور ان میں بسنے والے مہذب' طاقتور حضرات پر بھی نظر ڈال لیں۔ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے ہم عصر تھے۔ آپ کو ابراہیمؑ کے قریبی لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ وہ لوگ قرآن کریم' کے بیان کے مطابق غیر فطری عمل یعنی لواطت کا ارتکاب کرتے تھے جو اُس وقت تک دنیا کو معلوم نہ تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

''اور لوطؑ نے جب اپنی قوم سے کہا کہ تم بے حیائی کے کام کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی نے بھی دنیا والوں میں سے نہ کئے تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور آفرینش نسل کی راہ منقطع کرتے ہو۔ اور اپنی مجلسوں میں بُرے کام کرتے ہو تو اس کا جواب ان کے پاس اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہہ اٹھیں اگر تم سچے ہو تو ہم پر

اللہ کا قہر نازل کردو"

(سورۃ عنکبوت 20.20)

جب حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کا یہ طرزِ عمل دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کی:

"اے میرے رب ان مفسد لوگوں کے خلاف میری
مدد فرما"

(سورۃ عنکبوت 30)

اس دور کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسانی شکل میں دو فرشتے بھیجے۔

"اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوطؑ کے
پاس پہنچے تو وہ غمگین ہوئے اور تنگدل ہوئے اور کہا آج
کا دن بڑا سخت دن ہے"

(سورۃ ہود 77)

"لوطؑ نے کہا تم تو اوپر کے لوگ معلوم ہوتے ہو۔
وہ بولے بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز (عذاب الٰہی) لے
کر آئے ہیں جس کے بارے میں یہ لوگ شک کرتے
تھے۔ اور ہم آپ کے پاس ایک حتمی فیصلہ لے کر آئے
ہیں اور بے شک ہم بالکل سچے ہیں پس آپ کچھ رات
رہے اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جایئے اور آپ ان

کے پیچھے چلئے اور آپ میں سے کوئی مڑ کر پیچھے نہ دیکھے
اور جہاں کا آپ کو حکم ملا ہے، چلے جایئے۔ اور ہم نے
اس کی طرف اپنا یہ فیصلہ بھیج دیا کہ صبح ہوتے ہی ان
نافرمان لوگوں کی جڑ ہی کٹ جائے گی''

(الحجر 62'66)

اس دوران قوم کو معلوم ہو گیا کہ حضرت لوطؑ کے ہاں کچھ مہمان آئے ہیں۔ وہ آپ کے گھر کے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔ اپنے مہمانوں کی عزت و عصمت کے بارے میں تشویش کے پیشِ نظر حضرت لوطؑ نے اپنی قوم سے خطاب کیا:

''لوطؑ نے کہا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں۔ پس
ان کے سامنے اور اس طرح کی باتیں کر کے مجھ کو رسوا نہ
کرو اور خوفِ خدا کرو اور میری بے آبروئی نہ کرو''

(الحجر 68'69)

اس پر قوم نے جواب دیا کہ کیا ہم نے تم کو دنیا بھر کے لوگوں کی حمایت سے منع نہیں کیا اس پر حضرت لوطؑ نے فرمایا:

''اے کاش میں تمہارے مقابلے میں زور آور ہوتا
یا کسی مستحکم پناہ میں جا بیٹھتا''

(ہود 80)

صبح ہوتے ہی قوم اس تباہی سے دوچار ہوئی جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

''پس طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ان کو ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا۔ پھر ہم نے اس بستی کو تہ و بالا کر ڈالا اور آسمان سے ان پر کنکر برسائے اور بے شک اس میں اہل فراست کے لئے بڑی نشانیاں ہیں اور (آج بھی مکہ سے شام کی) سیدھی راہ پر وہ بستی واقع ہے''

(الحجر 73'78)

''پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے اس (بستی کا) اوپر کا حصہ نیچے کر ڈالا اور اس پر مسلسل پتھر کے کنکر برسائے تہ بہ تہ۔ آپ کے پروردگار کے ہاں سے نشان کئے ہوئے اور ظالموں سے وہ اب بھی دور نہیں''

(الشعراء 175'176)

معروف جرمن ماہر آثار قدیمہ ورنر کیلر کے مطابق وادی سدیم بشمول سدوم اور ظہورا اس علاقے میں پھیلی ہوئی گہری کھائی کے ساتھ پاتال میں دھنسا دی گئی۔ ان کی تباہی ایک بڑے زلزلے کے نتیجے میں واقع ہوئی۔ اس زلزلے کے ساتھ دھماکہ، بجلی، قدرتی گیس اور آتش زدگی بھی اس تباہی میں شامل تھی۔

حضرت لوطؑ کی جھیل جیسے بحیرہ مردار بھی کہا جاتا ہے۔ زلزلوں کے اس انتہائی حساس خطے میں واقع ہے۔ بحیرہ مردار کی تہ فشرارض کی گہرائیوں میں واقع ہے۔ یہ وادی شمال

میں موجود طبریہ جھیل سے جنوب میں واقع وادی ، ارابہ تک پھیلی ہوئی ہے۔ جب کہ قرآن شریف میں کہا گیا کہ ہم نے ان پر پختہ مٹی کے تہ در تہ کنکر برسائے اس سے مراد غالباً یہ ہے کہ اس موقع پر آتش فشانی دھما کہ ہوا۔ اور اس سے جو پتھر اور کنکر نکلے وہ گویا کہ پختہ حالت میں تھے۔ اس ساری کھدائی کی تہ میں خوابیدہ آتش فشاں سے بے شمار مواد نکلا۔ لبنان کے قریب اردن کی بالائی وادی میں اب بھی ختم شدہ آتش فشاں کے بلند و بالا دہانے موجود ہیں اور چونے کے پتھر والی زمین پر لاوا اور دوسرے مواد کی تہیں جمی ہیں۔

لوطؑ کی یہ جھیل بحیرۂ روم سے چار سو میٹر نیچے ہے۔ بحیرہ روم کی گہرائی چونکہ چار سو میٹر ہے اس لئے اس کی تہ بحیرہ روم سے آٹھ سو میٹر نیچے ہے۔ لوطؑ کی جھیل کی دوسری نمایاں خصوصیت اس کے پانی میں نمک کا زیادہ مقدار میں پایا جانا ہے۔ جس کے باعث کوئی زندہ جاندار مثلاً مچھلی یا کائی وغیرہ اس میں زندہ نہیں رہ سکتی اور اس لئے اسے بحیرۂ مردار یا Dead sea کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ تحقیقات بتاتی ہے کہ قوم لوطؑ کو تباہ کرنے والا یہ زلزلہ زمین کے 190 کلومیٹر کے فاصلے تک پھٹنے سے پیش آیا۔ جس سے دریائے شیریں کی تہہ وجود میں آئی۔

یہ شگاف کوہ صور کے قریب سے گزرتا ہوا صحرائے عرب اور خلیج عقبیٰ تک پہنچ کر بحیرہ احمر سے گزرتا ہوا افریقا میں جا کر ختم ہوتا ہے۔ نیشنل جیوگرافک کا اس منظر پر یہ تبصرہ ہے

> ''سدوم کی بے آب و گیاہ اور ویران چوٹی بحیرہ مردار کے اوپر بلند ہوتی ہے۔ سدوم اور ظھورا کے تباہ شدہ شہروں کو کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ لیکن وہ انہی چٹانوں کے پار سدیم کی وادی میں واقع ہیں۔ شاید کسی

بڑے زلزلے کے نتیجے میں وہ شہر بحیرہ مردار کے سیلاب

کی نذر ہو گئے''

سلطنت روم کا شہر پومپائی بھی اس طرح کی بدفعلیوں کا شکار تھا ان کا انجام بھی قوم لوط جیسا ہوا۔ اور اس شہر کی تباہی بھی ایک آتش فشاں وسوبیہ کے پھٹنے سے ہوئی۔ وسوبیہ آتش فشاں کو اٹلی خصوصاً نیپلز کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ گزشتہ دو ہزار برسوں سے خاموش ہونے کے باوجود اسے ڈرانے والے کی پہاڑی کہا جاتا ہے کیونکہ دو ہزار برس پہلے یہاں سے نکلنے والے لاوے اور آگ نے اس شہر کے مکینوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ یہ تباہی اتنی شدید اور اچانک تھی کہ عین دن کے وقت زندگی اس کی لپیٹ میں آ گئی اور آج بھی اس کے آثار اسی طرح موجود ہیں جیسا کہ دو ہزار سال پہلے موجود تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ وقت کے دھارے کو منجمد کر دیا گیا ہے۔

پومپائی کو دنیا کے نقشے سے اس طرح ہٹا دینا ہرگز بلا مقصد نہیں تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ شہر بھی گناہوں اور بدکاریوں کا مرکز تھا۔ آتش فشاں کی شکل میں عذابِ الٰہی کا ایک اہم ترین پہلو یہ رہا کہ آتش فشاں کا شور سن کر بھی کوئی شخص فرار نہ ہو سکا۔ گویا وہ اپنی مستی میں اتنے مگن تھے کہ انہیں اس کا خیال نہ آیا۔ ایک خاندان جو کھانا کھا رہا تھا اسی حالت میں پتھر ہو گیا۔ کھدائیوں سے نکلنے والے اکثر چہرے بالکل صحیح و سالم ہیں۔ اور ان کے چہروں سے بوکھلاہٹ اور پریشانی نمایاں ہے۔

''بس یہی ایک چنگھاڑ تھی بس وہ سب اسی دم بجھ کر

رہ گئے''

(سورۃ یٰسین :20)

''ہم نے ان پر ایک سخت چیخ بھیجی۔ پھر وہ اس
طرح ہلاک ہو کر رہ گئے جیسے کانٹوں سے روندی ہوئی
باڑ''

(القرآن)

قوم سبا کا شمار جنوبی عرب کی چار بڑی تہذیبوں میں ہوتا ہے۔ ان لوگوں کا دور ایک ہزار سال قبل مسیح سے لے کر 550 عیسوی تک ہے۔ تاریخ میں یہ ایک مہذب قوم کہلاتی ہے۔ ان لوگوں کے فنِ تعمیر کا ایک نمونہ معارب ڈیم ان کی فنِ تعمیر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ایک طویل عرصے تک ان کی بقاء کا بڑا سبب ان کی مضبوط ترین فوج تھی اس فوج کے کمانڈر کے الفاظ جو اُس نے اپنی ملکہ سے دوران گفتگو ادا کئے تھے۔ قرآن مجید نے یوں بیان کئے ہیں:

''وہ بولے ہم بڑے زور آور اور جنگجو ہیں۔ آپ کو
اختیار ہے۔ بس آپ جو حکم دیں اس پر غور فرمالیں''
(سورۃ النمل 33)

ان کا دارالحکومت دریائے اجنانہ سے بہت قریب تھا۔ جنوبی یمن میں موجود ملک سبا کے تاریخی ریکارڈ کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کی ملاقات کی تفصیلات سامنے آتی ہیں۔ کھنڈرات کے مطالعے سے ایک ہزار سال ق م میں یہاں ایک ملکہ کے رہنے اور اس کے شمال کی طرف سفر کرنے کے شواہد ملتے ہیں۔ وہ سورتیں اور آیات جن میں ملکہ سبا کا ذکر ہے ان میں حضرت سلیمانؑ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت سلیمانؑ کی عظیم

سلطنت اور محل کا بھی ذکر آیا ہے۔ اس کے مطابق آپ کے پاس اپنے دور کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ ٹیکنالوجی تھی۔ آپ کے محل اور عظمت کا ملکہ سبا پر اثر انداز ہونا یوں بیان کیا گیا ہے:

> ''اُس سے کہا گیا کہ دیوانِ خاص میں چلئے۔ پھر اُس نے جب فرش کو دیکھا تو سمجھی کہ گہرا پانی ہے اور اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ کہا یہ تو ایک محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ بول اٹھی اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ میں اللہ کے آگے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے سلیمانؑ کے ساتھ مسلمان ہوں''
>
> (القرآن)

یہودی تحریروں میں حضرت سلیمانؑ کے محل کو معبدِ سلیمانی کہا گیا ہے۔ آج اس محل یا معبد کی صرف مغربی دیوار ہی سلامت ہے جسے دیوارِ گریہ کہا جاتا ہے۔

مملکتِ سبا جہاں کے حالات اتنے اچھے تھے' شہر کے باسیوں کو خدا کا رزق کھانے اور اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا مگر وہ ایسا نہ کر سکے۔ انہوں نے وہ راستہ اختیار کیا جس سے ان کی خوشحالی محرومی میں بدل گئی۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ ساری زرخیزی اور خوشحالی اُن کے اپنے فن اور ہنر مندی کا نتیجہ ہے۔ وہ شکر گزاری کی بجائے سرکشی کے مرتکب ہوئے اور وہ قرآنِ کریم کے الفاظ میں اللہ سے دور ہو گئے۔

چونکہ ساری خوشحالی کے وہ خود دعویدار بن گئے چنانچہ وہ سب ان سے چھین لیا گیا۔ اور سیلابِ ارم ان کی زندگی کی ہر آسائش کو بہا کر لے گیا۔ قرآنِ حکیم نے اہلِ سبا کو دیئے جانے والی سزا کو سیلِ ارم کہا ہے جس کا مطلب ہے ارم کا سیلاب۔ قرآنِ حکیم کے یہ الفاظ

قومِ سبا کی تباہی کے انداز کو بیان کرتے ہیں۔

ارم ڈیم یا بند کو کہتے ہیں۔ سیلِ ارم سے مراد وہ سیلاب ہوا جو ڈیم یا بند ٹوٹنے سے آیا۔ سورۃ سبا کی آیات 15 اور 17 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اہلِ سبا کے لئے ان کی آبادی میں ایک نشانی تھی۔ دو باغ داہنے اور بائیں۔ یہ نشانیاں گویا زبانِ حال سے کہہ رہی تھیں کہ اے اہلِ سبا' اپنے پروردگار کا عطا کیا ہوا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ پاکیزہ شہر اور بخشنے والا پروردگار۔ لیکن انہوں نے رُوگردانی کی تو ہم نے ان پر ایک زوردار سیلاب چھوڑ دیا اور ان کے دو باغوں کے بدلے ہم نے ان کو دو اور باغ دیئے جس میں بدمزہ میوہ' جھاڑ اور کچھ بیر ہی رہ گئے۔ یہ ہم نے ان کو ان کی ناشکری کا بدلہ دیا اور ہم ناشکرگزاروں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں''

(سورۃ سبا آیت 15'17)

سیلِ ارم میں آنے والے لفظ ارم کے بارے میں مولانا مودودی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہ لفظ جنوبی عرب کی زبان کے لفظ آرمین سے نکلا ہے جس کے معنی ڈیم یا بند ہے' یمن میں ہونے والی

کھدائیوں سے سامنے آنے والے آثار میں یہ لفظ اسی
معنی میں کثرت سے استعمال ہوتا دکھائی دیا ہے''
(مولانا مودودی)

سیلابِ ارم کی تباہی کے بعد وہ سارا علاقہ صحرا میں بدل گیا۔ زرعی زمینوں کے خاتمے سے اہلِ سبا اپنے ذرائع آمدنی سے محروم ہو گئے اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے دین کو قبول کرنے سے انکار کیا اور گمراہی پر ڈٹے رہے انجامِ کار عذاب سے دو چار ہوئے۔ اس تباہی کے بعد قومِ سبا بکھر گئی اور ان کی شمالی عرب' مکہ اور شام کی ہجرت سے سارے گھر ویران ہو گئے۔

قدیم مصری تہذیب اور اس کے دور میں قائم ہونے والی وادیٔ دجلہ وفرات کی شہری ریاستیں دنیا کی قدیم ترین تہذیبیں اور مہذب ریاستیں تصور کی جاتی ہیں۔ ان کا دارومدار دریائے نیل کی زرخیزی پر تھا۔ اور وہ بارش پر انحصار کے بغیر اپنی زمینوں کو دریائے نیل کے پانی سے کاشت کیا کرتے تھے۔

ریمیسس دوم مصری تاریخ کا طویل ترین دور رکھنے والا حکمران تھا اور اکثر مورخین کے نزدیک یہی بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے اور حضرت موسیٰ کے خلاف جنگ کرنے والا فرعون تھا۔ حضرت موسیٰؑ کو اہلِ مصر کے سامنے دعوتِ حق دینے اور بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلانے اور راہِ حق دکھانے کا عظیم مشن سونپا گیا تھا۔ فرعون کے لئے یہ امر ناقابل برداشت تھا۔ کہ وہ موسیٰ جو اُس کے محل میں پرورش پاتا رہا اور اس کا ممکنہ جانشین بھی تھا اُس سے اس طرح مخاطب ہو۔ فرعون بولا ''اے موسیٰؑ کیا ہم نے تمہیں پالا نہیں اور تم اپنی عمر کے کئی برس ہمارے ساتھ رہے اور تم نے اپنا وہ کام کیا جو کیا تھا اور بے شک تم بڑے ناشکر گزار ہو''

حضرت موسیٰؑ نے کس مقام پر دریا کو دو حصوں میں تقسیم کیا اس پر کوئی واضح نقطہء نظر موجود نہیں۔ بعض شواہد کے مطابق یہ واقعہ بحیرۂ روم یعنی Medeterranian Sea کے ساحل پر پیش آیا۔ اکثر محققین کے نزدیک بنی اسرائیل کے اخراج کا واقعہ بحیرۂ روم کے سواحل پر واقع بحیرۂ احمر یعنی Red Sea کی ایک ساحلی جھیل پر پیش آیا۔

ڈیوڈ بن گوریون کے مطابق یہ واقع ریمیسس دوئم کے دورِ حکمرانی میں کاردیش کی شکست کے بعد پیش آیا۔ عہد نامہء قدیم کی کتاب اخراج کے مطابق یہ واقعہ وادی کے شمال میں بن دور اور بال دیبون کے علاقے میں پیش آیا۔ اس نقطہء نظر کے مطابق Red sea دراصل Sea of Reeds یعنی سرکنڈوں کا سمندر ہے۔ چونکہ اس کی Red Sea سے مماثلث ہے اس لئے اکثر مقامات پر اس سے بحیرہ احمر مراد لی گئی ہے مگر Sea of Reeds سے مراد بحیرہ روم کے مصری سواحل ہیں۔

جب حضرت موسیٰؑ مصر سے بنی اسرائیل کے ہمراہ روانہ ہوئے تو فرعون کے لئے یہ امر ناگوار تھا کہ بنی اسرائیل اس کی اجازت کے بغیر حضرت موسیٰؑ کے ہمراہ روانہ ہو جائیں۔ وہ اپنے لشکر سمیت تعاقب کے لئے نکل پڑا۔ جب حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل دریا کے کنارے پہنچے تو قریب تھا کہ فرعون اور اس کا لشکر انہیں آ پکڑے۔ تب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی بھیجی کہ اپنا عصا دریا کے پانی پر مارو۔ اس پر دریا دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

"اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار کر دیا۔
پھر فرعون اور اس کے لشکر نے بڑی سرکشی اور ظالمانہ
انداز میں ان کا پیچھا کیا"

(سورۃ یونس 90)

جس وقت یہ عظیم واقعہ رونما ہوا تو فرعون کو سمجھ لینا چاہئے تھا کہ یہ معجزہ عام انسان کے بس کی بات نہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کارفرما ہے۔ اور وہی لوگ جنہیں ہلاک کرنے کے لئے فرعون تعاقب میں تھا انہیں دریا رستہ دے رہا تھا۔

فرعون اور اس کے لشکر کی فہم و فراست یوں معطل ہوگئی کہ وہ بنی اسرائیل کے تعاقب میں دریا میں اتر گیا۔ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بولا کہ میں ایمان لایا کہ اُس کے سوا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں شامل ہو جاؤنگا۔ آخری لمحے میں ایمان کو اللہ نے قبول نہیں کیا۔

"اب (ایمان کا دعویٰ) اور اس سے قبل نافرمانی پر تلا رہا۔ اور (تو) ہمیشہ مفسدوں میں رہا۔ بس آج ہم تیرا جسم بچائے دیتے ہیں تاکہ تو بعد میں آنے والی امتوں کے لئے ایک نشانی بن جائے اور بے شک اکثر لوگ ہماری نشانیوں پر توجہ نہیں کرتے"

(سورۃ یونس 91'92)

قرآن کریم میں تباہ و برباد کی گئی ایک اور قوم، قومِ عاد کا بھی ذکر ہے جن کی طرف حضرت ہودؑ کو بھیجا گیا تھا۔ آپ کے شرک ترک دینے اور اللہ کی اطاعت کے درس کے جواب میں اس قوم نے آپ پر کم عقلی، کذب اور اپنے آباؤاجداد کے بتائے ہوئے طریقوں کا انکار کرنے کے الزامات لگائے۔ قرآن مجید میں حضرت ہودؑ کی دعوتِ حق اور اپنی قوم کا ردِعمل یوں بیان کیا ہے:

''اور قومِ عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ یہ تمہارا محض اللہ پر بہتان باندھنا ہے۔ اے میری قوم میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے''

''اور اے میری قوم اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ اللہ تم پر آسمانی سے موسلا دھار مینہ برسائے گا اور تم کو قوی سے قوی تر کر دے گا اور گنہگار بن کر روگردانی نہ کرو''

(القرآن)

''وہ بولے اے ہودؑ تم ہمارے پاس کوئی سند لے کر نہیں آئے۔ اور محض تمہارے کہنے سے نہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں' نہ ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں۔ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تم کو بُری طرح آسیب زدہ کر دیا ہے''

''ہود نے کہا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک بناتے ہو۔ اس اللہ کے سوا تم سب مل کر میرے بارے میں جو بُرائی کرنی چاہو کر لو۔ پھر مجھ کو مہلت نہ دو اور میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ ہر چلنے پھرنے والے کی چوٹی اُس کے ہاتھ میں ہے۔ بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔ اب اگر تم اور روگردانی کرتے رہے تو جو مجھ کو دے کر بھیجا گیا ہے۔ میں نے وہ تم تک پہنچا دیا ہے اور میرا پروردگار تمہاری جگہ کسی اور قوم کو قائم مقام بنا دے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے''

''اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے ہودؑ کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ایک سخت عذاب سے ہم نے ان کو نجات دی۔ اور یہ تھی قوم عاد جس نے اپنے رب کی نشانیوں سے انکار کیا اور اُس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش و متکبر کی فرمانبرداری کی اور اس دنیا میں بھی لعنت کے پیچھے لگی رہی اور قیامت کے دن بھی۔ دیکھو عاد نے اپنے پروردگار سے کفر کیا۔ خوب سن لو ہودؑ کی قوم عاد پر پھٹکار ہے''

(ہود 50-60)

قوم عاد کا واقعہ دوسرے مقام پر سورۃ الشعراء میں بیان کیا گیا ہے وہاں قوم عاد کی چند خصوصیات بیان کی گئی ہیں مثلاً یہ کہ وہ اونچے مقامات پر اپنے نشانات تعمیر کرتے ہیں اور اپنے لئے رہائش کی اعلیٰ اور عمدہ عمارات تعمیر کیا کرتے تھے۔

حضرت ہودؑ نے قومِ عاد کو عذاب الٰہی سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"کیا تم ہر اونچی زمین پر ایک فضول نشان بناتے ہو
اور تم پرتکلف محل بناتے ہو کہ شاید تم ہمیشہ رہو گے"

(سورۃ الشعراء 128,120)

1990ء کے اوائل میں دنیا بھر کے اخبارات نے یہ خبر شائع کی کہ عرب کا فراموش کردہ شہر ریت کا سمندر عبار دریافت ہو گیا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے تھے جن کا خیال تھا کہ قرآن میں مذکور قومِ عاد یا تو کسی داستان سے تعلق رکھتی ہے یا ان کی جگہ کا تعین ممکن ہے۔ وہ سب اس دریافت سے ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے۔ قرآن شریف میں مذکور اس شہر کو ماہر آثار قدیمہ نکولس فلیپ نے دریافت کیا۔ فلیپ کو انگریز محقق تھامس کی 1932ء میں لکھی گئی کتاب Arabian Palace پڑھ کر یقین ہو گیا تھا کہ اُس گمنام شہر کا وجود ہے اور اس علاقے کے دورے کے دوران بدوؤں نے اسے پرانے قدیم رستے میں دیکھا ہے اور بتایا کہ یہ رستے اُس قدیم گھر عبار کی طرف جاتے ہیں۔ فلیپ نے شہر کی دریافت کے لئے دو طریقے اختیار کئے۔ پہلے اُس نے خانہ بدوشوں کے بتائے رستوں کا کھوج لگایا اور پھر اُس نے امریکی خلائی ادارے ناسا سے گزارش کی کہ اُسے اس علاقے کی

سیٹلائٹ امیجز مہیا کی جائیں۔

اسی دوران اسے کیلی فورنیا کی Hankington لائبریری سے دوسو عیسوی میں یونانی ماہر جغرافیہ بطلیموس کا بنایا ہوا نقشہ مل گیا جس میں اس علاقے میں موجود پرانے شہر کا محل وقوع اور اُس کی طرف جانے والے تمام رستے دکھائے گئے تھے۔ اسی دوران فلیپ کو ناسا کی تصاویر بھی مل گئیں۔ اور اُن کا تقابل پرانے نقشے سے کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ وہی رستے تھے جو سیٹلائٹ سے لی گئی تصویروں میں نظر آ رہے تھے۔ کھدائی شروع کی گئی اور ریت کے نیچے سے ایک شہر برآمد ہونے لگا۔ یہ حقیقت واضح ہونے لگی کہ یہ تباہ شدہ شہر قرآن کریم میں مذکور عاد اور ارم کے ستونوں کا شہر ہے۔ کیونکہ یہاں وہ مینار موجود تھے جن کا ذکر قرآن شریف میں موجود تھا۔

"کیا آپ نے ملاحظہ نہ کیا کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا؟ بڑے بڑے ستونوں والے جو ارم کہلاتے تھے۔ جن کا مثل دنیا میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا"

(الفجر 6-8)

قرآن حکیم نے عاد کی تباہی کا سبب خوفناک ہوا کو قرار دیا ہے:

"عاد نے تکذیب کی تھی۔ پھر میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا۔ ہم نے ان پر تند ہوائیں بھیجیں۔ ایک دائمی نحوست کے دن میں (یہ) لوگوں کو اکھاڑ پھینکتیں

گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں"

(القمر 18:20)

"اور رہی قوم عاد تو وہ ایک نہایت تند و تیز اور سخت ہوا سے تباہ کر دیے گئے۔ جس کو اللہ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن تک متواتر مسلط رکھا۔ پھر تو ان لوگوں کو اس آندھی میں دیکھتا تو انہیں ایسا گرا ہوا پاتا جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے"

(الحاقہ 6'7)

برین دوئے اپنی کتاب Southern Arabia میں لکھتا ہے کہ اس طرح کے طوفان کی پہلی علامات گرد و غبار کا کئی فٹ بلند بادل ہوا کرتا ہے جس کے ساتھ تیز و تند ہوائیں چلا کرتی ہیں:

"پھر جب انہوں نے دیکھا کہ ایک بادل سامنے سے ان کی وادیوں کی طرف چلا آ رہا ہے۔ بولے کہ یہ گھٹا ہے جو ہم پر خوب برسے گی۔ بلکہ وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے۔ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے"

(سورۃ الاحقاف:24)

قرآن کریم کے بیان کے مطابق آٹھ دن اور سات راتوں تک چلنے والی ریتلی

ہواؤں نے اس شہر کو کئی ٹن ریت میں دبا دیا۔ اور لوگ زندہ درگور ہو گئے۔ اس قوم کے ریت میں دفن ہو جانے کا تذکرہ سورۃ احقاف میں بیان کیا گیا ہے۔ احقاف حقف کی جمع ہے اور اس سے مراد ریت کے ٹیلے ہیں۔ 12 میٹر موٹی ریت کی تہہ کے نیچے دب جانے کے بعد پورا شہر اپنے باسیوں کے ہمراہ ریت میں گم ہو گیا۔ صحرا پھیل گیا اور ان کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔

''کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے' ان سے طاقت اور اقتدار میں برتر و اعلیٰ ہے''

(سورۃ فصلت:15)

ماضی سے عبرت حاصل کرتے ہوئے حال اور مستقبل کی طرف واپس آتے ہیں۔ آج کے پروگرام میں گفتگو تھی کہ جب امام مہدی قسطنطنیہ پر قبضہ کرلیں گے تو اس کے بعد دجاّل کا خروج ہوگا۔ دجاّل ایک شخص یا ایک سسٹم یا ایک فلسفہ ہے اس پر بحث کریں گے اس سلسلے کے اگلے پروگرام میں۔

پارٹ 4

رسولؐ نے اپنی امت کی ہدایت و رہنمائی کیلئے جس تفصیل اور اہمیت کے ساتھ قربِ قیامت کے حالات بیان فرمائے اس کی روشنی میں بلا شک وشبہ بلا کسی خوف وتردید کے یہ کہنا درست ہے کہ ہم اس وقت قربِ قیامت کے اس دور سے گزر رہے ہیں جو خروج دجال اور ظہور مہدی جیسے بڑے واقعات سے پہلے کا دور ہے اور اس دور کے متعلق جو پیشن گوئیاں رسولؐ نے بیان فرمائیں ان میں سے بیشتر کا حصہ ہماری آنکھوں کے سامنے سے گزر چکا ہے۔ ان علامات کو رسولؐ نے زمانی ترتیب کے ساتھ بیان نہیں فرمایا۔ بظاہر ان واقعات میں زمانی ترتیب قائم کرنا اگر ناممکن نہ بھی ہو تو دشوار ضرور ہے۔ ان علامات کی اگر کوئی زمانی ترتیب یقین کے ساتھ قائم ہو سکتی ہے تو صرف یوں کہ پہلی رسولؐ کی بعثت سے خروجِ دجال تک کے واقعات' دوسری خروج دجال سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات تک کے واقعات اور تیسری حضرت عیسیٰؑ کی وفات سے قیامِ قیامت تک کے واقعات ہیں۔ خروجِ دجال قیامت کی دس بڑی علامتوں میں سے ایک ہے۔ یہ زمانۂ آخرت کا فتنہ ہے اور اس کی سختی کا اس بات سے اندازہ لگائیں کہ خود رسولؐ نے ہر نماز کے بعد جن چار چیزوں سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے اس میں سے ایک فتنۂ دجال بھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

"رسولؐ نے فرمایا کہ چار باتوں سے اللہ تعالیٰ سے پناہ
مانگنی چاہئے اور کہنا چاہئے کہ اے اللہ میں جہنم کے عذاب
سے قبر کے عذاب سے زندگی اور موت کی آزمائش سے اور
مسیح دجاّل کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں"

فتنۂ دجاّل کو کچھ لوگ اس بات پر تسلیم نہیں کرتے کہ اس کا ذکر قرآن شریف میں نہیں آیا جبکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس آیت میں تذکرۂ دجاّل موجود ہے کہ:

"جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں ظاہر ہوں
گی اس دن کسی نفس کو کسی حال میں بھی فائدہ نہ ہوگا"

دیگر کے قریب دجاّل کے بارے میں تین مختلف تصورات ہیں۔ ایک یہ کہ دجاّل ایک شخص ہوگا، کچھ کا کہنا ہے کہ یہ ایک عالمی معاشرتی اور سیاسی نظام ہے جبکہ ایک نظریہ میں سے اس کو نادیدہ غیر مرئی قوت قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں موجود تمام صحیح احادیث کے بغور مطالعے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دجاّل کے بطور ایک شخص کے ظاہر ہونے سے پہلے ایک ایسا نظام قائم ہو چکا ہوگا جس کے پیروکار اس کی اطاعت کریں گے اور ان میں بڑی تعداد میں مسلمان بھی ہوں گے۔ جن دانشوروں کے نزدیک دجاّل ایک شخص نہیں بلکہ ایک نظام کا نام ہے ان کو یقین ہے کہ اس کی ایک آنکھ کا ہونا دراصل دنیا میں ایک ہی قوت یا سپر پاور کی حکمرانی ہے۔ ہر قانون کے نفاذ ہر اصول کے اطلاق کیلئے اس کی ایک ہی نظر کافی ہے۔

حالیہ برسوں میں کس طرح لاتعداد ممالک اپنے باہمی اختلافات ختم کر کے افغانستان اور پھر عراق کے خلاف کارروائی میں متحد ہوئے اور جاپان اور جرمنی نے کس طرح

اپنے آئین میں ترامیم لا کر اپنی افواج بیرونِ ملک لڑنے کیلئے بھجوائیں ان سے یہ وضاحت ہو جاتی ہے۔ اس نظام حکومت میں ادارے 'ملٹی نیشنل کمپنیز' میڈیا کے بڑے بڑے ادارے اور اخبارات سب کچھ شامل ہیں۔ یہ بھی ارشادِ نبویؐ ہے کہ دجال اپنے دشمنوں پر آگ کی بارش برسائے گا اور اپنے حمایتیوں کو خوراک فراہم کرے گا۔ ہم نے حالیہ جنگوں میں یہ مناظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ ہمیں جسموں کے پرخچے اڑاتے ڈیزی کٹر بموں کے ساتھ گرتے خوراک کے پیکٹ بھی نظر آئے۔

پچھلی ایک صدی کے دوران روئے زمین پر بڑی تبدیلیاں ہوئیں۔ باہمی رشتوں میں مضبوطی سے جڑے خاندان تتر بتر ہو گئے اور انسان دن بدن تنہائی کی طرف رواں دواں ہے۔ اس نظام میں زندگی کی مصروفیات' انسان کا آرام' سکون' چین اور ذکر کا وقت' عبادت کے اوقات' خوشیوں کی گھڑیاں ایک دوسرے کے ساتھ اپنے اہل خانہ' دوستوں' اقارب کے ساتھ گزارا گیا وقت سب خواب وخیال ہو گئے۔ تنہا کام کرنے کے اوقات بڑھ چکے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملنے اور ساتھ وقت گزارنے سے زیادہ اب ٹی وی دیکھ کر وقت گزارا جاتا ہے اور یہ تصور عام ہو رہا ہے خصوصاً نئی نسل میں کہ شاید معاشرہ ہمیشہ سے اسی طرح رہا ہے۔ انسان پہلے سے کہیں زیادہ کام کرنے پر مجبور ہے اور آزادیٔ نسواں کی تحریکوں کے ذریعے خواتین کو بھی ایک مضبوط گھریلو نظام کے قیام سے کوسوں دور نکال کر حصولِ دولت کی اس دوڑ میں چھوڑ دیا گیا ہے۔

اس نظام کی سب سے بڑی قوت اس میں داخل ہونے کا راستہ تو ہے مگر اس سے واپسی کا رستہ کوئی نہیں ہے۔ اب انسان ہر وہ شے چاہتا ہے جس کی ضرورت اسے پہلے کبھی نہ تھی اور بہت سوں کو اب بھی ضرورت نہیں ہے لیکن چونکہ دوسرے اس کو حاصل کرتے ہیں اس لئے یہ بھی اس کی خواہش بن جاتی ہے۔ اگر اس کی جیب میں پیسہ نہیں تو کریڈٹ کارڈ

اس کی جیب میں ڈال کر اسے ایک نئے چنگل میں پھنسا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ مزید کام اور کام۔ جو اس کام اور اس نظام کے گرداب میں نہ پھنسنا چاہتے ہوں ان کے لئے جرائم کا راستہ ہے اور یہ جرائم اس نظام میں مزید سخت گرفت اور قوانین کے اطلاق کا بہانہ بن جاتے ہیں۔ جرائم سے نجات کیلئے افسران' عدالتوں کا قیام اور نظام کو چلانے کے لئے رقم کے حصول کیلئے اس میں کام کرنے والوں کی طرف سے بھاری ٹیکس کی ادائیگی ہے۔ چنانچہ مزید دنیا کے اربوں انسان اسی سائیکل اسی دائرے میں زندگی گزارتے ہیں اور زندگی اس قدر دشوار بنا دی گئی ہے کہ انسان کے پاس خدا کو یاد کرنے کا وقت بھی نہیں رہا۔ ہر محکمہ کسی دوسرے سے وابستہ ہے۔ ہر ادارہ کسی دوسرے سے مربوط ہے۔ ہر شخص کب کہاں پیدا ہوا اور کیسے رہتا ہے' کیا کرتا ہے' کہاں آتا جاتا ہے ہر معلومات کا ریکارڈ ہے۔ ایک مکڑی کا جالا ہے جو ہر طرف سے گھیر رہا ہے اور یہی وہ نظام ہے جس کے فتنے سے خود رسولؐ نے پناہ کی دعا مانگی تھی۔ یہ نظام اپنی راہ میں آنے والی ہر شے کو فرسودہ' بوسیدہ اور جاہلیت کی یادگار کہہ کے روند دیتا ہے۔ بہت تیزی کے ساتھ۔ اگر ہم آج کے بچوں کو چند برس پہلے کی زندگی' خاندانوں' خوشیوں' دکھوں' محنت مزدوری' رسم ورواج' آپس کے تعلقات یا کسی بھی واقعہ کے بارے میں بتائیں تو وہ یوں سنتے ہیں جیسے یہ کوئی افسانہ یا جہالت کا تذکرہ ہے۔ چند ہی برسوں میں ایک نیا نظام زندگی پوری قوت کے ساتھ قدم جما کر ہمیں اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔

یہ ڈرامائی تبدیلیاں کس طرح ایک معاشرے کو نگل جاتی ہیں اس کی مثال میں آپ کو دنیا کے کسی دور دراز پسماندہ علاقے میں موجود ایک گاؤں کی دوں گا جہاں اچانک ایک بڑی ملٹی نیشنل کمپنی قدرتی ذخائر کی تلاش میں اپنا رخ کرتی ہے۔ مختصر عرصے میں سستے داموں پر کام کرنے کیلئے اس ادارے سے منسوب ہو جانے والے مزدوروں کو روپے پیسے کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ وہ معاشرہ جو یہاں کارخانوں کے قیام یا کسی کان کی کھدائی سے

پہلے موجود تھا تحلیل ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اس علاقے کی ترقی اور خوشحالی کے نام پر ہوتا ہے اور یہاں جدید تہذیب و تمدن کے نام پر انسانی اقدار کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔ تمام دنیا بشمول مسلم ممالک آج اسی نظام کے زیر اثر ہیں۔ اس کو ایک غیر مرئی نادیدہ قوت کی مضبوط گرفت کہا جا سکتا ہے۔ مواصلاتی نظام میں کمپیوٹرائزڈ جدید ترین پیچیدہ ٹیکنالوجی نے یہ ممکن بنا دیا ہے کہ اس پورے نظام کو کسی ایک مرکز کسی ایک مقام سے ایک ہی شخص کنٹرول کرے گا۔ یہ صورتحال دنیا کے معاشی نظام میں بھی موجود ہے جہاں بینکوں' کاروباری اداروں' اسٹاک ایکسچینج' مالیاتی کارپوریشنوں کے پھیلے ہوئے جال کے تانے بانے آپس میں مل کر کسی ایک مرکز کی طرف جاتے دیکھے جا سکتے ہیں۔ وہاں سے کیا گیا ایک اشارہ پوری دنیا کے معاشی نظام کو تہہ و بالا کر سکتا ہے۔ کرنسی کریش کروا سکتا ہے' بینک دیوالیہ' ادارے بند اور عوام افلاس کا شکار ہو کر بھوکے مر سکتے ہیں۔ ادویات تیار کرنے والی ملٹی بلین انڈسٹری کسی بھی لمحے دنیا کی بڑی آبادی کو کسی نئی روٹیشن اختیار کیے گئے وائرس سے پناہ دے سکتی ہے۔

انسان آج اپنے زور بازو' صلاحیت' ذہن اور محنت سے زیادہ کاغذ کے ان نوٹوں کا محتاج ہو چکا ہے جو کسی بھی وقت بے حیثیت قرار پا کر اس کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں۔ پچھلے سو برس کی روداد ملاحظہ کریں اور پھر اس حدیثِ نبویؐ میں دجاّل کی اس خصوصیت پر توجہ فرمائیں کہ وہ اس قدر تیز چلے گا جیسے وہ بادل ہو جس کو ہوا پیچھے سے دھکیل رہی ہو۔ جوں جوں اس کی گمراہی اور کفر میں اضافہ ہو گا توں توں اس کی اطاعت اور فرمانبرداری بڑھتی جائے گی۔ اپنے خلاف آواز بلند کرنے والوں کو کس طرح پابندیوں یا فوجی کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کی جھلک رسولؐ کے اس ارشاد میں ملاحظہ فرمائیں کہ جب دجاّل کسی ایسے قبیلے کے پاس سے گزرے گا جو اس کو جھٹلائے گا تو اس کے تمام چرنے والے جانور ہلاک ہو جائیں گے اور جب دجاّل کسی ایسے قبیلے کے پاس سے گزرے گا جو اس کی تصدیق

کرے گا تو وہ اس کو آسمان سے بارش برسانے اور زمین کو نباتات اُگانے کا حکم دے گا۔ اس نظام کے جڑیں جما لینے کے بعد اس دجاّل شخص کا ظہور ہوگا اور یہ نظام اسے خوش آمدید کہہ کر اس کی اطاعت کرے گا اور اس کو قوت فراہم کرے گا۔

ڈاکٹر اسرار احمد:

ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اصل میں دجاّل کی شخصیت کے بارے میں کافی شک وشبہ ہے۔ ابنِ صیاد مدینے کے اندر یہودیوں کا ایک بیٹا تھا اس کے بارے میں بھی شک ہو گیا تھا کہ شاید یہ دجاّل ہے کیونکہ وہ غیب کی خبریں دیتا تھا اور سویا ہوا دیکھ لیتا تھا اس کے اندر اسی قسم کی صلاحیتیں تھیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں انہوں نے کہا نہیں اگر یہ دجاّل ہے تو آپ اس کو قتل نہیں کر سکتے اور اگر نہیں ہے تو آپ ناحق خون اپنے سر کیوں لیتے ہیں۔ ایک عیسائی جو مسلمان ہوا انہوں نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ میں سمندری سفر پر تھا ایک طوفان آیا اور موجوں نے ہمیں گھیر لیا تو ایک جزیرے پر ہمارا جہاز جا لگا۔ وہ جزیرہ غیر آباد لگ رہا تھا وہاں ہمیں ایک عجیب سا حیوان نظر آیا اس کے جسم پر بہت زیادہ بال تھے۔ پتا نہیں چلتا تھا کہ اس کا منہ کدھر ہے اور دُم کدھر ہے تو اس نے مجھے بتایا کہ ایک گرجا ہے وہاں ایک شخص تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ جاؤ۔ یہ وہاں گئے انہوں نے دیکھا کہ ایک دیوہیکل شخصیت ہے جو کہ جکڑی ہوئی ہے زنجیروں میں۔ تو اس نے کہا کہ میں دجاّل ہوں اور اس وقت میں قید میں ہوں اور اس نے پوچھا کہ فلاں جگہ پر پانی ہے کہ نہیں ہے۔ فلاں کھجوریں پیدا ہو رہی ہیں کہ نہیں۔ اس طرح ہمیں پتا نہیں چل رہا کہ آیا دجاّل دنیا میں موجود ہے کہ نہیں۔ ہاں یہ ہمیں پتا ہے کہ دجاّل نے آنا ضرور ہے اور وہ انسانی شکل میں ہوگا اور وہ کانا ہوگا اور اس کی قوت اتنی زیادہ ہوگی کہ وہ زمین کو کہے گا کہ نکالو اس میں سے خزانے اور وہاں لہلہاتی ہوئی کھیتیاں اُگیں گی۔ زمین کے

خزانے نکل آئیں گے۔ اور اس کی رفتار انتہائی تیز ہوگی پوری دنیا کا چکر چند دنوں میں لگا لے گا اور وہ پوری دنیا کے خزانے کو اپنے کنٹرول میں کرے گا اور وہ صرف اسی کو رزق دے گا جو اس کو تسلیم کرے گا کہ ہاں تُو خدا ہے اور وہ وقت سخت ترین ہوگا ایمان والوں کیلئے لیکن اس شخص کے بارے میں ابھی تک واضح نہیں ہو پا رہا ہے کہ اس کی شکل کیسی ہوگی اور وہ کب ظاہر ہوگا۔ باقی ہمیں احادیث سے پتا چلتا ہے اور اشارہ ملتا ہے کہ دجّال کیسا ہوگا کب آئے گا کیسے آئے گا اس کی نشانیاں کیا ہونگیں۔

آغا سیّد علی موسوی:

ہمارا بھی یہی نظریہ ہے کہ ایسی حالت ہوگی کہ استعمار والے دنیا کی بڑی بڑی چیزوں کو اپنے قبضے میں لے لیں گے اور مسلمانوں کا نقصان کریں گے۔ جیسے کہ آج ہمیں محتاج بنا دیا گیا ہے۔ ہر چیز ہمارے پاس ہے پھر بھی ہم اغیار کے محتاج ہیں اور ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے پاس تیل ہے، گندم ہے، سمندر ہیں، اناج ہے، پہاڑ ہیں غرض سب کچھ ہے پھر بھی ہم کیوں محتاج ہیں اور وہ ہمیں کیوں آنکھیں دکھا رہے ہیں؟ یہ سب علامات قیامت ہیں۔ اگر آپ غور سے ان کتابوں کو پڑھیں تو ایک ایک علامت آپ کے سامنے آئے گی۔ دجّال بھی آچکا ہے اور مسلمانوں میں تفرقہ بھی ہو چکا ہے۔

☆☆ آپ کے خیال میں دجال آچکا ہے۔

☆☆☆ تقریباً آچکا ہے۔ حالات یہی بتا رہے ہیں کہ امام مہدی کا ظہور بہت قریب ہے۔ آج کل کیا ہو رہا ہے۔ امن سے آدمی سو نہیں سکتا۔ امن سے کوئی چل پھر نہیں سکتا۔ ایک اسلامی ملک آپ مجھے دکھا دیں جس میں امن ہو۔ آئے دن اسلامی ممالک میں فسادات اور جھگڑے ہو رہے ہیں۔



دجاّل کے سلسلے میں جو روایات مختلف احادیث میں روایت ہوئی ہیں اُن کے مطالعے سے مجموعی تاثر یہ ابھرتا ہے کہ مسلمانوں کے ایمان کی کڑی آزمائش کے لئے اُس کو دنیا میں بھیجا جائے گا اور اس فتنہ کے ذریعے دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کردیا جائے۔ مضبوط ایمان والے اور مشرکین۔ بیچ کا طبقہ یعنی منافقین جو دونوں کشتیوں میں سوار ہونگے باقی نہیں بچیں گے۔

یہاں حضورؐ کا صحابہ کرام سے کہا گیا یہ فرمان بھی ذہن میں رکھئے:

''حضرت عمران بن حصینؓ کا بیان ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ جو شخص دجاّل کی آمد کی خبر سنے اُس کو چاہئے کہ اُس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم! آدمی دجاّل کے پاس آئے گا تو خود کو مومن سمجھتا ہوگا لیکن پھر بھی اس کی اطاعت قبول کرے گا۔ اس لئے کہ اُس کو جو چیزیں دی گئی ہیں وہ ان سے شبہات میں پڑ جائے گا''

(مشکوۃ حدیث نمبر 5252 بحوالہ ابوداؤد)

رسول اللہؐ جب دجاّل کا ذکر کر رہے تھے تو صحابہؓ پر ایک خوف طاری تھا اور بعض صحابہ کا بیان ہے کہ ہمیں یہ بھی محسوس ہو رہا تھا کہ وہ قریب ہی کسی نخلستان میں موجود ہے۔ عیسائیوں کا بڑا طبقہ بھی اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ دجاّل یا Anti-christ آنے والا ہے۔

''عنقریب دنیا میں شیطان کی عبادت کی جائے گی''

(کتاب الہامات: 13.4)

عیسائیوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہ ایک دم ظاہر نہیں ہوگا بلکہ پسِ منظر میں رہ کر کئی برس تک اپنی قوت جمع کرے گا اور تب تک کوئی قدم نہیں اٹھائے گا جب تک دنیا کے حالات اُس کے خروج کے حق میں نہیں ہوں گے۔ اس کا سب سے پہلا ہدف مشرقِ وسطیٰ پر کنٹرول کرنا پھر ایشیائی ممالک کو اپنے زیرِ نگیں لانا ہوگا۔

یہودی بھی ایک ایسے ہی الہامی بادشاہ کے منتظر ہیں جو عالمی سطح پر انکی قیادت کرے گا۔ عیسائی اس شخص کو جو ربوبیت کا دعویٰ کر کے دنیا میں تباہی مچائے گا مسیح دجال یا Anti-Christ کہتے ہیں اور ہم مسلمان اس کے ظہور پر ایمان رکھتے ہوئے اسے دجاّل کہتے ہیں۔ یعنی عیسائی اور مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ دجاّل ضرور آئے گا۔ گفتگو آگے بڑھانے سے پہلے اسرائیل اور چند بنیادی تاریخی حقائق سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جن میں مستقبل میں جنم لیتے واقعات سمجھنا بے حد آسان ہو جائیں گے۔ اور اب مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان مستقبل میں ہونے والے معرکوں اور موجودہ کشیدگیوں کے پس منظر کو سمجھتے ہیں۔

حضرت یعقوبؑ کا نام بنی اسرائیل تھا اور قرآن شریف کے مطابق بنی اسرائیل حضرت یعقوبؑ کی اولاد ہیں۔ عہد نامہ عتیق کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور اسحاقؑ کے دو بیٹے تھے عیسیٰ اور یعقوبؑ اور انہی کا نام اسرائیل تھا۔ ان کے آگے 12 بیٹے تھے جن میں سب سے بڑے کا نام یہودا تھا اور دوسرے کا نام بن یامین تھا۔ اسی طرح جس علاقے میں جہاں یہودا کی نسل آباد تھی باقی علاقوں کے ملیامیٹ ہو

جانے کے بعد کیونکہ صرف وہی بچے اس لیے چنانچہ یہودی کہلانے لگے۔ اس نسل میں کاہنوں اور ربیوں نے اپنے اپنے خیالات اور عقائد و رسوخ کے مطابق جو ڈھانچہ چوتھی اور پانچویں صدی قبل مسیح میں تیار کیا وہ یہودیت کہلاتا ہے۔ اسی بناء پر قرآن شریف نے اکثر مقام پر ''الذین ھادو'' کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے کیونکہ ان میں وہ غیر اسرائیلی لوگ بھی تھے جنہوں نے یہودیت قبول کر لی تھی جبکہ بنی اسرائیل کو قرآن نے اسی نام سے مخاطب کیا۔ بنی اسرائیل کو صدیوں فرعونوں کے ہاتھوں ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اسی لئے اللہ نے ان پر ترس فرما کر حضرت موسیٰ ؑ کو ان میں مبعوث فرمایا۔ کوہ سینا کے مقام پر حضرت موسیٰ ؑ پر توریت کے بیشتر احکامات نازل ہوئے اور ان میں سے ایک حکم یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین کی طرف جاؤ اور اسے فتح کرو کیونکہ وہ تمہاری میراث ہے۔ بنی اسرائیل نے یہ حکم سن کر انکار کیا اور کہا کہ ''ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں موجود ہیں پس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور ان سے لڑو ہم یہاں رہیں گے''۔ چنانچہ بطور سزا بنی اسرائیل 40 سال تک صحراؤں میں بھٹکتے رہے۔ جب یہ سزا پوری ہونے لگی تو حضرت موسیٰ ؑ بنی اسرائیل کو لئے ہواب کے علاقے داخل ہوئے۔ تاہم وہیں پر آپ ؑ کا انتقال ہو گیا ان کے بعد حضرت یوشع ؑ کی قیادت میں بنی اسرائیل فلسطین میں داخل ہوئے تاہم قبائلی عصبیت کے باعث یہ بارہ حصوں میں تقسیم ہو گئے اور فلسطین میں موجود پہلے ہی ناقابل اصلاح قوموں کے رنگ میں ڈھل کر شرک کی تمام رسومات کو اختیار کر لیا۔

آخر کار بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ ؑ کی وصیت یاد آ گئی اور انہوں نے اپنی متحدہ سلطنت قائم کی جس کے تین فرمانروا گزرے۔ حضرت طالوت ؒ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ۔ طالوت ؒ نے 12 قبائل کو متحد کر دیا اور اپنی بیٹی حضرت داؤدؑ کو بیاہ دی۔ اس طرح حضرت داؤدؑ نے اردگرد کے کئی علاقے فتح کر کے انہیں اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ آپ ؑ

نے یروشلم میں بیت المقدس کی بنیاد رکھی اور تابوت سکینہ کو محفوظ کرنے کیلئے ایک محل یا ہیکل تعمیر کرنے کا کام کیا۔ تابوت سکینہ کے بارے میں قرآن شریف میں بیان ہے کہ ان کے نبی نے ان کو یہ بھی بتایا کہ خدا کی طرف سے ان کے بادشاہ مقرر ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے عہد میں وہ صندوق تمہیں واپس مل جائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے سکونِ قلب کا سامان ہے یعنی جس میں آلِ موسیٰؑ ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں جنہیں اس وقت فرشتے سنبھالے ہوئے ہیں۔ اس صندوق میں کیا ہے یہ واضح نہیں انجیل کے مطابق اس میں حضرت یوسفؑ کا جبہ مبارک اور بائبل ہی کی روایت کے مطابق اس میں ہڈیاں اور کپڑے تھے جسے حضرت موسیٰؑ مصر سے اپنے ساتھ لائے تھے۔

قصص الانبیاء کے مطابق اس صندوق میں توریت کا اصل نسخہ، پتھر کی دو تختیاں جو کوہ سینا پر حضرت موسیٰؑ کو دی گئیں تھیں۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کا عصا اور پیرہن اور من وسلویٰ والا من ایک برتن میں محفوظ تھا تا کہ آنے والی نسلیں اللہ کے اس احسان کو یاد رکھیں جو صحرا میں بھٹکنے کے دوران اللہ نے انہیں دیا تھا۔

حضرت داؤدؑ کی زبردست خواہش تھی کہ اس صندوق کیلئے ایک مستقل گھر بنائیں تا کہ یہ صندوق محفوظ رہے۔ لیکن اسرائیلیات کے مطابق انہیں یہ بتایا گیا کہ یہ انکے بیٹے کے دور میں تعمیر ہو سکتا تھا۔ حضرت داؤدؑ اپنے بیٹے کے دور میں اس گھر کی تعمیر کیلئے متواتر کوشش کرتے رہے۔ بالآخر یہ حضرت سلیمانؑ کے دور میں تعمیر ہوا اور یہ ہیکلِ سلیمانی کہلایا۔
حضرت سلیمانؑ کے بعد بنی اسرائیل پھر آپس میں لڑ پڑے اور دو ریاستیں شمالی فلسطین میں سلطنت اسرائیل اور جنوبی فلسطین میں سلطنت یہود قائم کر دی۔ اب دونوں سلطنتوں میں شدید رقابت اور خونی کشمکش شروع ہوگئی۔ بالآخر 7ویں صدی قبل مسیح میں اشوری فاتحین نے سلطنت اسرائیل کا خاتمہ کر دیا جبکہ 587 قبل مسیح میں بابل کے بادشاہ نے سلطنت یہود

کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور ہیکلِ سلیمانی کو اس طرح پیوندِ خاک کیا کہ اس کی ایک دیوار بھی کھڑی نہ رہ سکی۔ تابوتِ سکینہ تب ایسا غائب ہوا کہ آج تک اس کا پتہ نہ چل سکا اور اسرائیلیوں کو وہاں سے نکال باہر کر دیا گیا۔ 70 سال بعد ایرانی فاتح قصرا نے بابل فتح کرلیا اور اس نے بنی اسرائیل کو واپسی کی اجازت دے دی۔ انہوں نے واپس آ کے ہیکلِ سلیمانی کو دوبارہ تعمیر کیا لیکن یہودیوں کی دینی اور اخلاقی حالت گرتے گرتے اس پستی تک پہنچ چکی تھی کہ جب حضرت یحییٰؑ کا سر قلم کیا گیا تو اس قوم کے ایک شخص کی آواز بھی نہیں نکلی پھر ان میں حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ کئی معجزات بھی آئے۔ پہلا معجزہ ان کی ولادت اور دوسرا گہوارہ میں کلام کرنا۔ یہ معجزات بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لانے کیلئے سخت آزمائش تھی۔ ان کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کا ذکر قرآن شریف کی سورۃ مومنون کی آیت 50 میں یوں ہے:

''ابنِ مریم اور اسکی ماں کو ہم نے ایک نشان بنایا اور
انکو ایک سطح پر رکھا جو اطمینان کی جگہ تھی''

(سورۃ مومنون)

جب وہ اپنے نوزائیدہ بچے کو لئے اپنی قوم کے پاس گئی تو اپنے پرائے سب کیلئے شدید حیرت کا سبب بنی اس کیفیت کو قرآن شریف نے سورۃ مریم کی آیت 28 میں یوں بیان کیا:

''پس جب وہ بچے کو گود میں لیے ہوئے قوم کے
پاس گئی تو لوگوں نے پوچھا اے مریم یہ چیز کہاں سے
لے آئی اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور

نہ ہی تیری ماں کوئی بدکار عورت تھی"

اس پر حضرت مریم نے اپنے بچے کی طرف اشارہ کیا بچہ بول پڑا کہ:

"میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور بابرکت بنایا اور نمازوں وزکوۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک زندہ رہوں اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور مجھ کو جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر جبکہ میں پیدا ہوا اور جبکہ میں مروں جبکہ زندہ اٹھایا جاؤں"

(سورۃ مریم 33-30)

یہ وہ معجزات تھے جو حضرت عیسیٰؑ کی ذات میں بنی اسرائیل کے سامنے پیش کر دیئے گئے تھے کہ اللہ انہیں مسلسل بدکاریوں پر عبرتناک سزا دینے سے پہلے ان پر حجت تمام کرنا چاہتا ہے۔

یہود اس زمانے میں کسی ایسے مسیح کی آمد کے منتظر تھے جو انہی محکومی کی ذلت اور زوالِ سلطنت کے عذاب سے نجات دلاتا اور دنیا میں بادشاہت کی بنیاد بنتا۔ اسی عرصے میں ایران سے میل جول بڑھنے کی وجہ سے ان کے عقائد میں جہاں بعض دوسری بہت سی بنیادی تبدیلیاں رونما ہوئیں وہیں سے انہیں یہ تاثر بھی ملا کہ نیکیوں کے خالق یزداں اور برائیوں کے خالق اہرمن میں ازلی جنگ ہے اور آخری فتح بھی یزداں کی ہی ہوگی اور وہ اپنی فتح کا اعلان کرنے کے لیے دنیا میں ایک نمائندہ بھیجیں گے جس کے ظہور کے وقت آسمان سے

تارے گریں گے، قحط اور دیگر مصیبتیں نازل ہونگی اور آخر میں ساری چیزیں ختم ہو جائیں گی۔ اسی ایرانی عقیدے کے تحت یہودیوں کو بھی اپنی تمنائیں پوری ہوتی دکھائی دیں۔ خدا ایک مسیحا نازل فرمائے گا بادشاہت اسی کی ہوگی اس کے آنے سے حضرت داؤدؑ کی سلطنت بحال ہو جائے گی اور یہ جگہ دارالحکومت بن جائے گی۔ بادشاہ سے مراد آسمانی بادشاہ اور یروشلم ہیرے جواہرات سے مرصع ایک ایسا آسمانی شہر تھا جس کی ندیوں میں آبِ حیات رواں تھا۔ پارسا قسم کے یہود شہر سے نکل کر غاروں میں داخل ہو گئے۔ انہیں یقین تھا کہ مسیح حضرت داؤدؑ ہی ہونگے جو انہیں یونانیوں کے پنجۂ ستم سے آزاد کرائیں گے۔ مردہ یہودیوں کو زندہ کریں گے اور انہیں شریکِ سلطنت بنائیں گے اور عظیم بادشاہت کے ڈنکے چارسو ہونگے۔ چنانچہ جب بھی ان میں کوئی جوان ہمت شخص پیدا ہوتا اس پر فوراً مسیح ہونے کی توقعات وابستہ کر لیتے۔

چنانچہ ان حالات میں جب ایک خوبصورت نوجوان آنکھوں میں حیرت انگیز چمک لئے کاندھوں پر زلفیں پھیلائے ہیکلِ سلیمانی میں داخل ہوا تو یہودی وہاں بیٹھے سکے کھنکھنا رہے تھے۔ احاطۂ حرم میں لوگ بازار سجائے عبادت کے بجائے خرید وفروخت میں مصروف تھے۔ یہ منظر دیکھ کر نوجوان مشتعل ہو گیا اور اُس نے سارے بازار کا تختہ الٹ دیا۔ اُس نے ایک موئثر تقریر کی۔ پاکبازوں نے اُسکی باتیں سنیں اور نعرے لگانے لگے۔ داؤدؑ کا بیٹا آ گیا ہم اسی کے منتظر تھے۔ اس نوجوان کے ہاتھوں کئی مریضوں کو شفا ہوئی، جذامیوں کا کوڑھ دور ہوا اور اندھوں کی بینائی واپس آ گئی۔ یہ خدا کے پیغمبر حضرت عیسیٰؑ تھے لیکن یہود تو یہ خواب دیکھ رہے تھے کہ اس کی آمد سے دنیا جہاں کی بادشاہت ملے گی، انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا۔ چنانچہ انہیں حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات سن کر دھچکا لگا اور انہوں نے آپؑ کو نبی ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ عیسیٰؑ جلیل کا رہنے والا ہے اور جلیل سے کوئی نبی پیدا ہی

نہیں ہو سکتا۔ حضرت عیسیٰ نے یہودی علماء پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ:

''اے ریا کارو تم پر افسوس ہے کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو اوپر سے خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر سے گلی سڑی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہوئی ہیں۔ اسی طرح تم لوگ بظاہر راست باز دکھائی دیتے ہو مگر باطن میں مکاری' ریا کاری اور بے دینی سے بھرے ہوئے ہو۔ تم میں جو اپنا سب کچھ ترک نہ کردے وہ میرا شاگرد نہیں''

یہودی علماء کیلئے آپؑ کی بات اعلانِ جنگ تھی انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس آواز کو کیسے بند کیا جائے۔ ایک منصوبہ تیار ہوا اور اس کے تحت انہوں نے خفیہ پولیس کے اہلکاروں کو بہروپیوں کی شکل میں حضرت عیسیٰؑ کے پاس بھیجا جنہوں نے آپؑ کے پاس پہنچ کر کہا کہ:

''اے استاد ہم جانتے ہیں کہ تو سچا ہے اور سچائی سے خدا کی راہ میں تعلیم دیتا ہے اور کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ ہمیں بتا کہ کیا قیصر کو جزیہ دینا جائز ہے''

یسوعؑ ان کی شرارت سمجھ کے بولے:

''اے مکارو مجھے کیوں آزماتے ہو اس سکے پر یہ

صورت اور نام کس کا ہے۔ انہوں نے جواب دیا قیصر
کا۔ اس پر مسیحؑ بولے کہ جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو اور جو خدا
کا ہے وہ خدا کو دو''

اس کے بعد خود مسیحؑ کے حواریوں میں سے ایک کو رشوت دے کر اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ کسی موقعہ پر انہیں گرفتار کر لیں جب لوگوں کا خطرہ نہ ہو۔ پھر ان کی ساری جماعت اٹھ کر انہیں رومی حاکم کے پاس لے گئے اور قیصر سے کہا کہ:

''یہ شخص ہمیں بھٹکاتا ہے اور کہتا ہے کہ قیصر کو خراج
نہ دو اور اپنے آپ کو صحیح بادشاہ کہتا ہے''

ان لوگوں نے عیسیٰؑ پر اور بھی بہت سے الزامات لگائے آخر کار ان کے الزامات کارگر ثابت ہوئے۔ رومی حکمران نے حضرت عیسیٰؑ کو کوڑے لگوائے اور سپاہی آپؑ کو پہاڑ پر لے گئے اور یہودیوں نے بھی آپؑ کو جاتے ہوئے دیکھا۔ حواری خود معترف ہیں کہ آپؑ گرفتاری کے بعد سجدے میں گر کر رات بھر دعا کرتے رہے کہ مجھے ان لوگوں سے بچا۔ یہ جلیل القدر معصوم پیغمبر کی دعا تھی۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی دعائیں رب ذوالجلال نے قبول فرمائیں اسی طرح عیسیٰؑ کی دعا بھی قبول ہوئی اور اس پر قرآن شریف کی یہ آیت گواہی دیتی ہے کہ:

''حالانکہ فی الواقعہ نہ اُسے قتل کیا...... نہ صلیب پر
چڑھایا بلکہ ان کیلئے معاملہ مشتبہ کر دیا گیا''

(سورۃ النساء: 157)

چنانچہ ہمارا ایمان ہے کہ انہیں ربّ ذوالجلال نے آسمان پر زندہ اُٹھالیا تھا۔ ان کے مصلوب ہونے پر خود عیسائیوں میں کوئی ایک متفقہ قول نہیں بلکہ بیسیوں اقوال ہیں مثلاً کچھ کا کہنا ہے کہ صلیب پر مسیح نہیں بلکہ ان کے ہمشکل کو چڑھایا گیا تھا اور مسیح وہیں کھڑے ان کی حماقت پر ہنس رہے تھے۔ کچھ کا کہنا ہے کہ صلیب پر تو مسیح کو ہی چڑھایا گیا تھا مگر ان کی وفات صلیب پر سے اتارے جانے کے بعد ہوئی اور کوئی کہتا ہے کہ انہوں نے صلیب پر ہی وفات پائی اور پھر جی اُٹھے اور پھر کم وبیش دس بار اپنے حواریوں سے بات چیت کی۔ کوئی کہتا ہے کہ صلیب کی موت مسیح کے جسمِ انسانی پر واقع ہوئی اور وہ دفن ہوا مگر الوہیت کی روح جو اُن میں تھی وہ اوپر اٹھالی گئی اور کوئی کہتا ہے کہ مسیحؑ مرنے کے بعد جسم سمیت زندہ ہوئے اور اٹھالئے گئے۔ یہاں میرا مقصد عیسائیت کی تذلیل یا تکذیب نہیں صرف مختلف اندازوں کا بیان ہے اور دیکھنا یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ان کے کس جرم کی سزا تھی اور آپؑ نے یہود کے علماء کی جن غلط کاریوں کے بارے میں فرمایا تھا یا نشاندہی کی تھی کیا وہ سب غلط تھے۔ واقعہ صلیب کے وقت حضرت عیسیٰؑ کی عمر 33 سال تھی اور یہ واقعہ جمعہ کو پیش آیا جسے عیسائی گڈ فرائے ڈے کہتے ہیں کیونکہ اس روز آپؑ بنی آدم کیلئے کفارہ بنے اس کے بعد ایسٹر کا تہوار آتا ہے کیونکہ عیسائیت کے مطابق اس روز حضرت عیسیٰؑ دوبارہ زندہ ہو کر اپنے شاگردوں سے ملیں گے۔

یہودی کہتے ہیں کہ اگر عیسیٰؑ سچے مسیح تھے تو انہیں صلیب پر کیوں چڑھایا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد عیسائیت زور پکڑ گئی اور 64 عیسوی میں یہودیوں نے رومیوں کے خلاف کھلم کھلا اعلانِ بغاوت کیا اس کے بعد رومی سلطنت نے سخت کارروائی کر کے اس بغاوت کو کچل دیا۔ اس قتل عام میں ڈیڑھ لاکھ افراد مارے گئے اور ہزاروں کو پکڑ کر ایمفی تھیٹروں میں جنگلی درندوں کے سامنے پھینک دیا گیا۔ بیت المقدس کو آگ لگا دی گئی اور

ہیکلِ سلیمانی کو اس طرح پیوند خاک میں ملا دیا گیا کہ کوئی بھی یہودی یہ بتانے کیلئے نہ بچ سکا کہ اس کا وجود کہاں پر تھا۔ یہودی فلسطین سے نکالے جا چکے تھے اور وہاں رومی عیسائی حکمران ہرقل کی حکومت تھی۔ یہ وہی وقت تھا جب عرب میں حضورؐ کی ولادت ہوئی حضرت عمر فاروقؓ کے دور تک یہ شہر عیسائی حکومت کا مرکز رہا۔ اس دوران یہودی جو کہ منتشر ہو چکے تھے جگہ جگہ اپنی بستیاں بسانے لگے۔ وہ مقامی عرب بدوؤں اور قریش عرب سے اپنے اس رشتے کا ذکر کرتے رہتے جو حضرت ابراہیمؑ کی اولادوں کے مابین تھا۔ ایک بار پھر یاد دلا دیں کہ یہودی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ کے صاحبزادے حضرت اسحاقؑ کی اولاد تھے جبکہ قریش حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ہاجرہؑ کی اولاد تھے۔ یہود نے حضرت اسماعیلؑ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہؑ کے بارے میں یہ داستان اپنی الہامی کتاب توریت میں داخل کر لی کہ وہ ابراہیمؑ کی بیوی نہیں بلکہ لونڈی تھیں جنہیں وہ اپنی بیوی سارہ کے کہنے پر بے آب و گیاہ ریگستان میں لا کر چھوڑ گئے تھے۔ عیسائی یروشلم پر اپنے قبضے کے دوران صدیوں تک کوڑا کرکٹ یہودیوں کے کھنڈرات پر پھینکا کرتے تھے اور یہ صورتحال حضرت عمر فاروقؓ کے یروشلم کے فتح کرنے تک جاری رہی۔ اسقفِ اعظم نے دلیری کے ساتھ لاطینی سپاہیوں کی مدد سے یروشلم کا دفاع کیا لیکن فروری 638 عیسوی میں عیسائی ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ اسقفِ اعظم نے حضرت عمرؓ کے علاوہ کسی اور کو شہر کی چابیاں دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ جب شہر میں داخل ہوئے تو اپنے معمول کے مطابق اور کسی خونریزی کے بغیر جس پرامن طریقے سے شہر کو اپنے قبضے میں لیا اس کی مثال پوری تاریخ میں نہیں ملتی اور نہ ملے گی۔

جب عیسائیوں نے ہتھیار ڈالے تو کہیں بھی خونریزی نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی مذہبی مقام نذرِ آتش ہوا اور نہ ہی کوئی جلاوطن ہوا۔ حضرت عمرؓ نے مقاماتِ حیاتِ نو کو دیکھنے کا بھی اظہار کیا۔ اسقفِ اعظم انہیں لے کے سیدھا حیاتِ نو کے مقام پر پہنچ گئے۔ حضرت عیسیٰؑ

کی موت اور حیاتِ نو کے نظریئے کے مطابق بنائی گئی عالیشان یادگار عمارت کو دیکھ کے مسلمان خلیفہ خوش نہ ہوئے کیونکہ اسلام نے حضرت عیسیٰؑ کی صلیب پر موت کو غلط قرار دیا ہے۔ حضرت عمرؓ اسی مقام پر کھڑے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ خلیفہ سے کہا گیا کہ وہ یہیں نماز ادا کر لیں لیکن حضرت عمرؓ گرجے سے باہر نکلے اور باہر آ کر نماز ادا کی اور کہا کہ میں نے کسی مسیحی گرجے میں نماز پڑھ لی تو مسلمان اس پر قبضہ کر لیں گے اور اس بنیاد پر اسے مسجد بنا لیں گے کہ خلیفہ نے یہاں پر نماز پڑھی تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمان جاری کیا کہ یہاں کوئی مسجد تعمیر نہیں ہوگی۔ اب حضرت عمرؓ نے معبدِ سلیمانی کا دورہ کیا لیکن جب وہ اس مقام پر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ عیسائی حضرت سلیمانؑ سے منسوب اس مقدس مقام پر کوڑا کرکٹ پھینکنے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے کوڑے کا ڈھیر اپنی جھولی میں ڈالا اور شہر کی دیوار سے باہر پھینک دیا۔ ان کے ساتھیوں نے ان کی تقلید کی۔ حضرت عمرؓ نے یہودی علم اسرائیلیات کے ماہر کعب کو طلب کیا اور طبری کے مطابق کعب کے سامنے قرآن شریف کی 17 ویں اور 18 ویں سورتیں تلاوت کیں جس میں حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ اور معبد سلیمانی کے واقعات ہیں۔ پھر انہوں نے کعب سے کہا کہ وہ اُس بہترین مقام کی نشاندہی کرے جہاں مسلمان عبادت کر سکیں۔ کعب نے پہاڑ کے شمال میں ایک مقام تجویز کیا لیکن اگر وہاں مسلمان عبادت کرتے تو مکے کے ساتھ ساتھ اُس کا رخ یہودیوں کے مقامات مقدسہ کی طرف بھی ہو جاتا۔ حضرت عمرؓ نے کعب کی تجویز کو مسترد کرتے ہوئے ہیروڈیس کی شاہی بالکونی والی جگہ کا انتخاب کیا جہاں ایک سادہ لکڑی کی عمارت تعمیر کی گئی جس میں عبادت کرتے وقت مسلمانوں کا رخ صرف مکہ کی طرف ہوگا۔ یہ مسجد قبہ ہے۔

قبۃ الصخریٰ یا Doom of Rocks کی تعمیر کا حکم اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے 68ھ میں دیا۔ یہ ہشت پہلو عمارت 72ھ میں مکمل ہوئی۔ اس کی تعمیر کے لئے

خلیفہ نے مصر کا 7 سال کا خراج وقف کر دیا تھا۔ یہ عمارت اور گنبد اس چٹان کے گرد تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کے بارے میں کئی روایات ہیں۔ جس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت آدمؑ سے بھی دو ہزار سال پہلے فرشتے اس مقام کا طواف کر چکے تھے۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت نوحؑ کی کشتی طوفان کے بعد اسی مقام پر آ کر رکی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روزِ قیامت حضرت اسرافیلؑ اسی چٹان پر کھڑے ہو کر صور پھونکیں گے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ یہیں حضرت داؤدؑ کے زمانے میں یہودی اپنی قربانیاں لا کر رکھتے تھے اور آسمان سے آنے والی آگ کا شعلہ اسے جلا کر راکھ کر دیتا تھا جو کہ ان کی قربانی کی قبولیت کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

روایات کے مطابق حضورؐ شبِ معراج یہیں سے براق پر سوار ہو کر آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔ اور اسی چٹان کے پہلو میں انبیاء کی امامت فرمائی تھی۔

مسجد اقصیٰ کی عمارت اس گنبد والی عمارت سے کچھ فاصلے پر حرم کے جنوبی حصے میں ہے۔ یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے کیونکہ بہت سے حضرات اس سنہرے گنبد والی قبۃ صغریٰ کو مسجدِ اقصیٰ سمجھتے ہیں۔ اس مسجد میں نماز کا ثواب 25 ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ یہ روئے زمین پر تعمیر ہونے والی دوسری مسجد ہے جو کعبۃ اللہ کے 40 سال بعد تعمیر کی گئی تھی۔ اسے سب سے پہلے حضرت آدمؑ نے تعمیر کیا تھا پھر حضرت ابراہیمؑ نے اُسی انداز میں از سرِ نو تعمیر کیا جس طرح انہوں نے اسماعیلؑ کے ساتھ کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کی تھی۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا پھر حضرت داؤدؑ نے اسے تعمیر کرنا شروع کیا تھا اور حضرت سلیمانؑ نے اسے مکمل کیا اور تاریخ میں یہی مسجد ہیکلِ سلیمانی کہلاتی ہے۔ پھر اس کی رومی بادشاہ بخت نصر کے ہاتھوں تباہی کے بعد یہی وہ مسجد ہے جسے حضرت عمرؓ نے دوبارہ تعمیر کیا۔ پرانی عمارت کی باقیات کی ایک دیوار کو دیوارِ گریہ کہا جاتا ہے اور یہ دیوار یہودیوں کی مقدس ترین عبادت گاہ

ہے۔ وہ ہیکلِ سلیمانی کی تباہی اور اپنی عظمتِ رفتہ کی یاد میں یہاں روتے ہیں۔

اگلے 200 برس میں یروشلم کے شہریوں کو طرح طرح کی شورشوں کا سامنا ہوا۔ تاہم یہاں کی عمارتیں بڑی آب و تاب کے ساتھ بحال ہوئیں۔ تینوں مذاہب کے لوگ یہاں آتے اور یہ شہر بین الاقوامی سطح پر سب کی توجہ کا مرکز بن گیا لیکن پھر تاریخ نے ایک نیا موڑ لیا اور عیسائی دنیا میں اس شہر کے حصول کے لئے کوششیں ہونے لگیں۔ یورپ کی عیسائی سلطنتوں نے مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر 1096ء سے 1292ء یعنی تقریباً دو سو برس تک مشرقِ وسطیٰ پر مسلسل حملے کئے، جن کا مقصد مقاماتِ مقدسہ کو مسلمانوں کے قبضے سے چھیننا تھا۔

ان جنگوں میں شریک ہونے والے عیسائی پوپ اربن ثانی کی اس اپیل پر آگے بڑھے جو اُس نے صلیب کے نام پر کی تھی۔ پھر ان جنگی مہمات میں صلیب ہی کو جنگ کے علم کے طور پر استعمال کیا گیا اور اسی مناسبت سے یہ صلیبی جنگیں یا Crusades کہلائیں۔ یہ جنگیں جب گیارہویں صدی میں ہوئیں تب بحرِ متوسط جو کہ پانی کے دو قطعوں پر مشتمل ہے اس کے مغربی قطعہ آب پر لاطینی تہذیب اور مذہبی بنیادوں پر عیسائیت تھی جبکہ مشرقی قطعات کے ساحل پر یونانی تہذیب تھی جس کی نمائندگی کا شرف یونانی کلیسا اور مشرقی رومی سلطنت کو حاصل تھا۔ اسلام کے خلاف دونوں نے سمجھوتہ کر کے محاذ قائم کیا۔

ان جنگوں کے کئی اسباب تھے جن میں مسلمانوں کی باہمی چپقلش بھی تھی۔ بغداد میں حکمران ترکوں نے مصر کے فاطمیوں سے اقتدار چھینا تو پہلے فاطمی اور پھر یہ سب فریاد لے کر یورپ کے پاس پہنچ گئے۔ پھر یورپی جاگیردار تھے جن کے لئے اپنے وطن میں کوئی کشش باقی نہیں تھی۔

یورپ میں جاگیرداری نظام کے بڑھنے کی وجہ سے پوپ کے روحانی اقتدار کو

شدید خطرہ لاحق ہو چکا تھا۔ چنانچہ مغربی عیسائیت کا غلبہ برقرار رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ مسلسل بے چین رہنے والی ان قوتوں کا رُخ بدلا جائے۔ چنانچہ 1097 میں کلیر ماؤنٹ کے تاریخی اجتماع میں مسلمانوں کے خلاف مقدس جنگ کا اعلان کیا گیا جس پر سب نے لبیک کہا اور زائرین کے مسلح قافلوں کو اسلامی حکومتوں پر ٹوٹ پڑنے کے لئے اسے مشیت خداوندی قرار دیا۔ پوپ نے اعلان کیا کہ سرزمین مقدس کو چھین کر اس پر قابض ہو جاؤ۔ یہ سر زمین تمہاری ہے اور اس کا ان کافروں یعنی مسلمانوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ توریت کے مطابق یہاں دودھ اور شہد کی نہریں جاری ہوں گی۔ 1096ء میں پہلا صلیبی حملہ ہوا۔ وہ قلعے پر قلعے فتح کرتے ہوئے وہاں اپنی ریاستیں قائم کرتے گئے۔ اس طرح چار آزاد اسرائیلی ریاستیں بیت المقدس انطاکیہ، طرابلس اور الراء وجود میں آ گئیں۔ اور 1099ء میں وہ بیت المقدس میں داخل ہو گئے۔

تین دن تک صلیبی حملہ آوروں نے منظم انداز میں قتل عام کیا۔ 30 ہزار کے قریب مسلمان تہ تیغ ہوئے۔ 10 ہزار مسلمان جو مسجد اقصیٰ کی چھت پر پناہ لئے ہوئے تھے ان کو چن چن کر قتل کیا گیا۔

اس بربریت کا چشم دید گواہ Raymond لکھتا ہے کہ صلیبی جہاد ایک خوش کن عقیدہ تھا۔ تمام دشواریوں اور مزاحمتوں کے خلاف اس کی کامیابی نے لوگوں کو یقین دلایا کہ خدا کی خوشنودی اس اقدام میں شامل ہے۔ اب تک مسلمانوں کو نسبتاً غیر جانبدار سمجھا جاتا تھا لیکن صلیبی جنگوں کے بعد انہیں قابلِ نفرت اور خدا کو نہ ماننے والی خبیث مخلوق کہا جانے لگا اور یہ کہ وہ قتل کر دیئے جانے کے قابل ہیں۔ جس طرح مصر سے اسرائیلیوں کا خروج خدا کا فیصلہ تھا اسی طرح صلیبی جنگوں کو بھی خدا کا انصاف قرار دیا گیا۔ انہوں نے گاڈفرے نامی نوجوان کو اپنا قائد مقرر کر لیا۔ جس نے مسجدِ اقصیٰ کو اپنی سرکاری رہائش گاہ میں منتقل کر دیا اور

قبۃ الصخرٰی کو گرجے میں تبدیل کر کے اس کا نام خداوند کا معبد رکھ دیا۔ قبۃ الصخرٰی کی دیواروں پر کندہ قرآنی آیات پر انجیل کی تحریروں کے کتبے لگا دیئے گئے۔

صلیبی افواج تیزی اور قوت سے بڑھ کر شام اور مصر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتیں لیکن عماد الدین زنگی اور اُس کا بیٹا نور الدین زنگی صلیبیوں کے آگے ڈٹ گئے۔ الراء کی عیسائی ریاست کو عماد الدین زنگی نے ختم کر دیا جس کے بعد 1147ء میں جرمنی کے بادشاہ اور فرانس کے بادشاہ لوئی ہفتم نے دوسری صلیبی جنگ کا آغاز کیا۔ یہ حملہ بُری طرح ناکام ہوا اور دو سال کی جدوجہد کے بعد 1149ء میں دونوں بادشاہ ذلت کے ساتھ واپس ہو گئے۔

تیسری صلیبی جنگ سلطان صلاح الدین ایوبی کی شاندار فتوحات کے نتیجہ میں ہوئی۔ سلطان نے 1171ء میں مصر سے فاطمی خلافت ختم کر کے وہاں عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ جاری کر دیا اور نور الدین زنگی کے انتقال کے بعد اسلامی قوتوں میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔ صلاح الدین ایوبی نے شام اور فلسطین کی تمام عیسائی ریاستیں ختم کر دیں اور بالآخر اپنی قوت کے ساتھ یروشلم پر قابض ہو گیا۔ اُس نے کوہ زیتون سے نیچے شہر پر نظر ڈالی اور حرم کی بے حرمتی اور قبۃ الصخرٰی پر لگی صلیب کا منظر دیکھ کر جذبات سے مغلوب ہو کر اپنے کمانڈروں کے سامنے تقریر کی اور انہیں یاد دلایا کہ یہ انبیاء اور معراج النبی کا شہر ہے۔

12 اکتوبر 1182ء کو سلطان صلاح الدین رسول اللہ کی معراج کے دن یروشلم میں داخل ہوا۔ کوئی ایک عیسائی بھی قتل نہ ہوا اور قیدیوں کی آہ و زاری سے سلطان کا دل اس قدر افسردہ ہوا کہ اُس نے تمام کو رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ مغرب میں عیسائی اس بات پر پریشان ہوئے کہ سلطان نے جس طرز عمل کا مظاہرہ کیا ہے وہ یروشلم پر صلیبیوں کے قبضے کے وقت کئے جانے والے سلوک سے بہت مختلف ہے۔ چنانچہ ایسی کہانیاں بھی گھڑی گئیں کہ صلاح الدین اخلاقاً عیسائی ہے۔

سلطان نے مسجدِ اقصیٰ کا تقدس بحال کیا۔ اُسے عیسائیوں کے بیت الخلاء اور دیگر نجاستوں سے پاک کیا اور دیواروں سے تصویریں ہٹا کر قرآنی آیات کی کندہ کاری بحال کی۔ حرم کے فرش اور پگڈنڈیوں کو عرقِ گلاب سے دھلوایا۔ صلیبی جنگ کے دوران یہودیوں کو باہر نکال دیا گیا تھا۔ صلاح الدین ایوبی انہیں بھی واپس شہر میں لے آیا۔ چنانچہ وہ اسے نیا سائرس قرار دیتے ہیں۔

بیت المقدس چھن جانے کے بعد یورپی عیسائیوں میں غیض وغضب کی لہر دوڑ گئی چنانچہ تیسرا صلیبی حملہ اسی تناظر میں ہوا۔ اس میں جرمنی کے بادشاہ فریڈرک بار بروسہ انگلستان کے بادشاہ رچرڈ شیر دل اور فرانس کے بادشاہ فلپ آگسٹس شامل ہیں۔ ان میں سے جرمنی کا بادشاہ ایشیائے کوچک کے ایک دریا میں ڈوب کر مر گیا' فرانس کا بادشاہ رچرڈ سے اختلاف کے باعث دو سال بعد واپس چلا گیا اور رچرڈ شیر دل سلطان صلاح الدین سے صلح کا معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس معاہدۂ صلح کو تاریخ میں صلح نامہ رملہ کہتے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں اکا سے زعفر تک کے علاقے عیسائیوں کو مل گئے اور انہیں بیت المقدس کی زیارت کی بھی اجازت مل گئی۔ 1193ء میں صلاح الدین ایوبی کے ٹائیفائڈ سے انتقال کے دو سال بعد پاپائے روم کی دعوت پر جرمن بادشاہ ہنری ہشتم نے چوتھا صلیبی حملہ کیا۔ تاہم اکا پہنچ کر بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور اس طرح یہ حملہ بھی ناکام ہوا۔

پانچویں حملے کی دعوت پاپائے روم اور قسطنطنیہ نے مشترک طور پر دی۔ جس میں صلیبیوں کو مصر کے شہر دمیات میں عبرتناک شکست ہوئی۔ پھر 1228ء میں چھٹا صلیبی حملہ جرمنی کے بادشاہ فریڈرک دوئم کی قیادت میں ہوا اور اس کے نتیجے میں بیت المقدس پھر عیسائیوں کے پاس چلا گیا اور قبۃ الصغریٰ پر شراب کی بوتلیں رکھ کر جشن منایا گیا۔

لیکن 1244ء میں مسلمانوں نے پھر بیت المقدس سے عیسائیوں کو نکال باہر کیا۔ ترک سلطان زاہد مملکوک نے انطاکیہ کی عیسائی ریاست کا خاتمہ کیا جس سے صلیبیوں کی کمر ٹوٹ گئی چنانچہ پوپ کی درخواست پر فرانس کے بادشاہ لوئی نہم نے صلیبی قیادت سنبھالنے کا فیصلہ کیا۔ یہ صلیبیوں کا آخری بڑا حملہ تصور کیا جاتا ہے۔ تاہم صلیبی لشکر میں ایک مہلک وبا پھیل گئی جس سے لوئی نہم بھی ختم ہو گیا۔

زاہد کے بعد الملک المنصور تخت پر بیٹھا جس نے چار میں سے تین عیسائی ریاستیں ختم کر دیں اور چوتھی 1291ء میں اس کے بیٹے نے ختم کر دی۔ اس طرح اکا کے اس قلعے کی فتح کے بعد صلیبی جنگوں کا وہ ہولناک ڈرامہ اختتام کو پہنچا جسے پوپ اربن ثانی نے شروع کیا تھا۔

تاریخ گواہ ہے کہ ان جنگوں میں یورپی عیسائیوں نے ہمیشہ جارحانہ کردار ادا کیا جب کہ مسلمان سلاطین کا رویہ مدافعانہ رہا اور وہ ہمیشہ عیسائیوں کی جارح اور متحدہ قوت کے خلاف لڑنے پر مجبور ہوئے۔ ان صلیبی جنگوں کا علم بردار ہونے کا اعزاز فرانس کو رہا ہے کیونکہ پہلی آواز وہیں سے اٹھتی تھی چنانچہ ان صلیبی جنگوں کے نتیجے میں طاقت کا توازن بگڑ گیا اور یورپ کی طاقت کا مرکز بھی فرانس بن گیا۔

ان صلیبی جنگوں کے دوران عالمِ اسلام مجموعی طور پر روبہ زوال رہا چنانچہ شام، فلسطین اور مصر کے سوا باقی اسلامی دنیا کو ان جھڑپوں کا بہت کم احساس ہوا۔ یہ بات ایک معجزہ سمجھی جاتی ہے اور فوجی ماہرین اس بات پر حیران ہیں کہ پوری عیسائی دنیا کے متحدہ لشکری سیلاب کے سامنے مصر اور شام جیسے چھوٹے چھوٹے اسلامی ممالک کس طرح ڈٹ گئے۔ عسکری محاذ پر زبردست ناکامی کے بعد اہل کلیسا نے مسلمانوں کو فکری محاذ پر شکست دینے کی کوششوں میں تیزی پیدا کی جو آج بھی جاری ہے۔

"مسلمانوں کو یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ انہیں خود مسجد گرانا ہو گی۔ اگر ہم خود یہ کام کریں تو اچھا نہ ہو گا اگرچہ ہم ایسا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ بہت اچھا ہوتا کہ عراق کا چلایا ہوا کوئی میزائل مسجد اقصیٰ پر گر جاتا اور ہمارا کام بن جاتا لیکن ہم حادثاً مسجد نہیں گرانا چاہتے کیونکہ اس طرح ہمارے مسیح کا ظہور نہیں ہو گا اور وہ وقت دور نہیں"

(ایک یہودی)

یہودیوں کو یقین ہے کہ جب تک مسجدِ اقصیٰ کو شہید کر کے اس کی جگہ تیسری بار ہیکلِ سلیمانی تعمیر نہیں ہو گا ان کا وہ نجات دہندہ بادشاہ نمودار نہیں ہو گا۔ جو دنیا میں ان کی عظمتِ گم گشتہ کو واپس لائے گا۔ ان کی قیادت کرنے والا یہ شخص ان کے ایمان کے مطابق ہیکل کی مغربی دیوار کے بند کئے گئے دروازے کھول کر باہر نکلے گا۔ یہودی صدیوں سے اپنے مردے اس دروازے کے سامنے دفناتے ہیں اور ان کا ایمان ہے کہ ان کے اس بادشاہ کے آنے کے بعد یہ تمام مُردے اُٹھ کر اسے سجدہ کریں گے اور دنیا پر فتح حاصل کریں گے۔ وہ اس بادشاہ کو مسیح کہتے ہیں اور ہمارا ایمان یہ ہے کہ یہودیوں کا یہی رہنما وہ دجاّل ہو گا جس کا خروج امامِ مہدی کے قسطنطنیہ میں جہاد کے دوران ہو گا۔

پارٹ 5

دنیا کے تین بڑے مذاہب کے پیروکار یعنی عیسائی، یہودی اور مسلمان تینوں ایک ایسے عظیم رہنما کی آمد کے منتظر ہیں جو قیامت کے ظہور سے پہلے ایک بڑے اور خونریز معرکے کی قیادت کریں گے اور تینوں مذاہب اس شخصیت کو مسیح یا مسایا کہتے ہیں۔ یہودی اس کی آمد کے یوں منتظر ہیں کہ انہیں یقین ہے کہ یہ شخص کرۂ ارض پر خدا کی بادشاہت قائم کرے گا اور اس کا تعلق حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان سے ہوگا اور اس کے لبوں کی جنبش سے دیگر اقوام کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ دنیا کے تمام ممالک کو ریاست اسرائیل کا ماتحت بنا دے گا۔ اور وہ آج فلسطین کے علاقے میں جمع ہو کر اسرائیل کے علاقے میں اپنی حکومت قائم کر کے اُس مسیح کا انتظار کر رہے ہیں جو دنیا میں آنے کے بعد یروشلم کے مقام پر اپنا دارالحکومت قائم کرے گا۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوا عیسائی اس شخص کو Anti Christ اور ہم دجال کہتے ہیں اور ہمارا اور عیسائیوں کا ایمان ہے کہ جس شخصیت کے روئے زمین پر آ کر ایک آخری معرکے میں باطل کے خلاف حق کی قیادت کرنے کی پیشینگوئی کی گئی ہے وہ شخصیت حضرت عیسیٰؑ کی ہے۔ اور یہ جنگ عیسائیوں کے مطابق Anti Christ اور ہمارے مطابق دجال سے ہوگی جس کو یہودی اپنا مسیح سمجھتے ہیں۔

''یہودی بادشاہ (دجاّل) حضرت داؤدؑ کے خاندان سے ہو گا۔ انہیں مسیح یوں کہتے ہیں کہ ان کا حضرت داؤدؑ کے خاندان سے ہی ہونا ضروری ہے''

''مسیح (دجاّل) کے آنے تک ہم خود مختاری حاصل نہیں کر سکتے۔ ہم سب یہودی اسرائیل آ گئے ہیں۔ ہم ہیکلِ سلیمانی بنائیں گے اور وہاں دجاّل کا انتظار کریں گے''

(یہودی ربّی)

''ہم ہزاروں برس سے مسیح (دجاّل) کے منتظر ہیں اور اس کے آنے کے بعد ہم پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا جا سکے گا''

(Rabbi Manis Freidman)

دوسری جانب مسلمان اور عیسائی عیسیٰؑ کو ہی اصل مسیحؑ تسلیم کرتے ہوئے یہودی رہنما کو Anti-Christ یعنی دجاّل مانتے ہیں تو پھر عیسائی مسلمانوں کی بجائے یہودیوں کا ساتھ کیوں دیتے ہیں اور وہ ریاست اسرائیل کی حمایت کیوں کرتے ہیں خصوصاً انہیں جب یہ بھی یقین ہے کہ مسیح علیہ السلام اس دجاّل کو بالآخر ہلاک بھی کر دیں گے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی دوبارہ آمد سے پہلے وہ عیسائی جو عیسیٰؑ کو نعوذ باللہ خدا کا بیٹا تسلیم کرتے ہیں انہیں اس Anti-Christ کے دنیا میں ظلم سے بچانے کیلئے

آسمان پر بلا لیا جائے گا اور باقی لوگ دنیا میں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے موجود رہیں گے۔

عیسائیوں کو یہ بھی یقین ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں اس یہودی Anti-Christ کے مارے جانے کے بعد عام یہودی بھی عیسائیت قبول کر لیں گے چنانچہ انہی یہودیوں کو اسرائیل میں جمع ہو کر ریاستِ اسرائیل قائم کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ اس وقت عیسائیت دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے اور دنیا کی 6 ارب آبادی میں پونے دو ارب کے لگ بھگ عیسائی ہیں۔ یہاں میں یہ بیان کرتا چلوں کہ بہت سے امور پر قرآن کریم اور احادیثِ نبویؐ اور اناجیل اربعہ میں اتفاق ہے۔ مثلاً یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش معجزانہ طور پر بن باپ کے ہوئی تھی اور یہ کہ مریمؑ کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کا بھی یہی سلسلہ ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اُٹھا لیا اور قیامت کے نزدیک وہ دوبارہ نازل ہوں گے۔ ان امور پر قرآن وحدیث اور اناجیل اربعہ تو متفق ہیں لیکن سینٹ پال کی اختیار کی گئی ترمیمی آراء اور اقدامات کی بنا پر موجودہ عیسائیت کا مؤقف اس سے مختلف ہی نہیں بلکہ متضاد بھی ہے۔ مثلاً اصل عیسائیت کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت مسیحؑ کوئی نئی شریعت نہیں لائے بلکہ وہ حضرت موسیٰؑ کی ہی شریعت کی تجدید اور توسیع اور بنی اسرائیل کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے گویا وہ کسی نئے دین یا مذہب اور ملت وامت کے بانی نہیں تھے۔ چنانچہ مشہور زمانہ تالیف دی ہنڈرڈ The Hundred کے مؤلف Michael Heart کے مطابق:

> ”حضرت مسیحؑ جب تک دنیا میں موجود رہے، آپ
> اور آپ کے ساتھیوں کی حیثیت یہود ہی کے ایک
> فرقے سے زیادہ نہ تھی“
>
> (ڈاکٹر مائیکل ہارٹ - The 100)

چنانچہ موجودہ عیسائیت کے بانی حضرت مسیحؑ نہیں بلکہ سینٹ پال ہیں جنہوں نے شریعتِ موسوی کو عیسائیوں کے لئے منسوخ کیا۔ پھر حضرت مسیحؑ کی دعوت چونکہ بنی اسرائیل کیلئے ہی تھی چنانچہ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑیں تلاش کرنے آیا ہوں۔ اور انہوں نے اپنے شاگردوں کو بھی سختی کے ساتھ منع فرمایا تھا کہ وہ اپنی دعوت و تبلیغ کو بنی اسرائیل کے باہر وسعت نہ دیں۔ چنانچہ اس کی نفی بھی سینٹ پال نے کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی صدی عیسوی کی چالیسویں دہائی کے دوران عیسیٰؑ کے ماننے والوں کے محدود حلقے میں شدید بحث ہوئی لیکن فتح سینٹ پال اور ان کے حامیوں کی ہوئی۔ چنانچہ اگرچہ عیسیٰؑ کی شخصیت اور توریت اور احکاماتِ قدیم کی دیگر کتابوں کی بائبل میں شمولیت کی بنا پر عیسائیت ابتداء میں یقیناً ابراہیمی مذاہب کی ہی ایک کڑی تھی لیکن 300 سال بعد یہ مذہب تدریس، صلیب اور کفارے کے حوالے سے علیحدہ مذہب کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

عیسائیوں اور یہودیوں کے تعلقات کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا وہ جو کہ تین صدیوں پر محیط تھا۔ اس دوران ان کی قلیل تعداد پر یہودیوں اور بت پرست رومیوں دونوں کی طرف سے تشدد ہوتا رہا۔ دوسرے دور میں جب سلطنت روما نے عیسائیت قبول کر لی تو یہودیوں پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا اور انہیں عیسائیوں کی طرف سے بدترین تشدد کا نشانہ بننا پڑا چونکہ وہ عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کے قاتل تھے۔ یہ دور ایک ہزار سال کے لگ بھگ جاری رہا۔ لیکن پھر ایسی صورتحال پیدا ہوئی جس میں ان دونوں کا گٹھ جوڑ ہو گیا اور اس کے پیچھے یہودیوں کی سیاست اور ذہانت کو شاہکار قرار دیا جا سکتا ہے۔

آٹھویں صدی میں یہودیوں نے عیسائیوں کے خلاف مسلمانوں کی ہسپانیہ کی فتح میں مدد کرنے کے بعد اسی سرزمین کو عیسائیت پر نقب لگانے کے لئے استعمال کیا۔ اور جب

وہاں اصلاحِ مذہب کی تحریکوں کے بعد پوپ کے اختیارات اور پروٹسٹنٹ کی تحریک کے نتیجے میں پاپائیت کی بنیاد کمزور پڑی تو انہوں نے مختلف ممالک میں اُس سودی نظام کی اجازت حاصل کرلی جو اس سے قبل عیسائی یورپ میں حرام اور ممنوع قرار دیا گیا تھا۔

یہودیوں کی یورپ پر مضبوط گرفت کا نمایاں ترین مظہر چند سال پہلے کا پاپائے روم کا وہ حکم نامہ ہے۔ جس میں دو ہزار سال پرانے عقیدے کے برعکس یہودیوں کو حضرت عیسیٰ کے قتل سے بَری کر دیا گیا ہے۔

''یہودی تاریخ میں ایسا تعلق کسی قوم کے ساتھ نہیں رہا جیسا اسرائیل اور امریکہ کا ہے''

(ربی چائی گرین)

''امریکہ اس وقت دیکھ رہا ہے کہ باقی دنیا کے ساتھ اس کے تعلق ختم ہو رہے ہیں لیکن اسرائیل سے اس کا رشتہ مضبوط ہے۔''

(Rabbi Manis Freidman)

''ہمارا امریکہ پر دارومدار ہے لیکن ہم وہاں موجود نہیں چنانچہ یہ ہماری قوم کی ترقی ہے کہ ہم باہر رہ کر بھی کسی ملک پر اثر انداز ہو سکتے ہیں''

(Rabbi Manis Freidman)

''اسرائیل ہمیشہ امریکہ کا محتاج رہا۔ تاہم اس کے

قیام کے وقت اس کی مدد امریکہ کے علاوہ روس نے بھی
کی، فرانس نے بھی کی اور چیکوسلواکیہ نے بھی کی۔ یہ
بات دلچسپ ہے کہ جن ممالک سے ہمارے تعلقات
خراب ہوئے تو آخر ان کا انجام کیا ہوا۔ چنانچہ ایسا نہیں
کہ ہمارا دارومدار صرف امریکہ پر ہے بلکہ امریکہ کا
دارومدار ہم پر ہے اور ہم اپنی روحانیت کے ذریعے
امریکہ کی حفاظت کر رہے ہیں۔ یہ دوطرفہ رشتہ ہے اور
یہ ہم دونوں کا مفاد ہے"

(Rabbi Manis Freidman)

اب جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ عہد نامہ قدیم کے تحریر شدہ بیان کے مطابق یہود کے مسایا کی آمد کے لئے ان کا سرزمین فلسطین میں جمع ہونا اور عین مسجدِ اقصیٰ کے مقام پر تیسری مرتبہ ہیکلِ سلیمانی تعمیر کرنا ضروری ہے۔ یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ اپنے مسیح کی آمد کے لئے جن شرائط کو پورا کرنا چاہتے ہیں وہ آج ان میں سے بیشتر پوری کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جولائی 1948ء میں ریاست اسرائیل کے قیام کے وقت یروشلم کو دو حصوں میں اسرائیل اور اردن کے درمیان تقسیم کر دیا گیا تھا۔ مغربی یروشلم اسرائیل اور مشرقی یروشلم اور مغربی کنارہ ریاست اردن کو دے دیا گیا تھا۔ دونوں حصوں کے درمیان 150 خالی عمارات اور سنسان گلیوں کا ایک غیر آباد سا علاقہ ہے۔ 1967ء میں چھ روزہ جنگ کے بعد تمام یروشلم اسرائیل کی گرفت میں آ گیا۔

اب یہودی اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے اس قدر بے تاب ہوئے کہ 1979ء میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں 5 ٹن وزنی مقدس پتھر ملا ہے جو ہیکلِ سلیمانی کی

بنیاد کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ اس کے بعد سے انتہا پسند یہودی ان پتھروں کی تلاش میں لگ گئے جو انہیں ہیکل کی تعمیر کے لئے 6 بلین کی تعداد میں درکار تھے۔ اور معروف خبر رساں ادارے اے ایف پی کی اگست 1997ء میں جاری ہونے والی خبر کے مطابق امریکہ میں یہودی ماہرین تعمیر ہیکلِ سلیمانی کا نقشہ تیار کر کے اس کے بلیو پرنٹ اسرائیلیوں کو بھیج رہے ہیں۔ یہودیوں کو تابوتِ سکینہ کی بھی تلاش ہے جس کے بارے میں پہلے تفصیلاً عرض کر چکا ہوں۔ اس میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی چھوڑی ہوئی مقدس اشیاء تھیں۔ تابوت سکینہ کو انگریزی میں ARC of Covenants کہا گیا ہے اور اگر آپ نے ہالی وڈ کے مصروف یہودی فلمساز سٹیون سپیل برگ کے انڈیانا جونز سیریز کی فلمیں دیکھ رکھی ہیں۔ تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ Raiders of the Lost Arc میں یہی تابوتِ سکینہ ہے جب کہ دوسری فلم میں Temple of Doom سے مراد ہیکلِ سلیمانی اور تیسری میں Last Crusade کا تذکرہ انہی یہودی روایات پر مبنی ہے۔

غرض یہ کہ یہودی مسجد اقصیٰ کی شہادت اور اس کے مقام پر ہیکلِ سلیمانی کی تعمیر کے لئے مکمل طور پر تیار ہیں لیکن تعمیر کا آغاز کرنے کے لئے انہیں خدا کی طرف سے اشارے کا انتظار ہے اور وہ اشارہ سرخ گائے کی شکل میں ہوگا جسے وہ ذبح کر کے جلائیں گے اور اس کی راکھ سے اسرائیل کے عوام کو پاک کیا جائے گا جس سے ہیکل میں کوئی بھی ناپاک داخل نہیں ہوگا۔

اس سرخ گائے کی پیدائش کی کئی بار خبر ملی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس گائے کو اپنی پیدائش سے 3 سال بعد ہیکل کی تطہیر کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ اسی طرح آثار قدیمہ کی تلاش کے نام پر مسجدِ اقصیٰ اور قبۃ الصغریٰ دونوں کے نیچے وسیع و عریض سرنگیں کھودی جا چکی ہیں۔ یہ کام کئی دہائیوں سے منظم طریقے پر کیا جا رہا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ دونوں

عمارتیں اس وقت کھوکھلی بنیادوں پر کھڑی ہیں اور معمولی سا ارتعاش انہیں زمین بوس کر سکتا ہے۔

اسرائیلی حکومت کا کہنا ہے کہ سرنگیں کھودے جانے کا مقصد ہیکلِ سلیمانی کی باقیات کی تلاش ہے۔ اس موقعہ پر میں مختصر الفاظ میں ناسٹراڈیمس کا بھی تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جس کی پیشینگوئیاں طویل عرصے سے خصوصاً مغرب میں توجہ سے پڑھی جاتی ہیں۔ ناسٹراڈیمس کی متعدد تحریریں میری بھی نظر سے گزری ہیں اور میں قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی بیان کردہ پیشینگوئیوں پر نظر ڈالنا چاہتا ہوں۔

مائیکل ڈی ناسٹراڈیم یعنی ناسٹراڈیم علاقے کا مائیکل 14 دسمبر 1503ء کو فرانس کے ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوا جو کہ کیتھولک فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے بزرگوں سے حاصل کی اور باقاعدہ مدرسے کا رُخ اختیار کرنے سے پہلے ادب، تاریخ، فلکیات اور طب کے علوم کا ماہر ہوگیا۔ اس کی شہرت ایک ایسے طبیب کے طور پر دور دور تک ایسے پھیل گئی جو طاعون کے مریضوں کا روایتی علاج یعنی ان کے جسم سے خون نکالنے پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ ناسٹراڈیمس نے طاعون کے لاتعداد مریضوں کو اپنے علاج سے شفا دی اور اس کے صلے اس کو فرانس کی حکومت نے تاحیات وظیفہ دینے کا اعلان کیا لیکن ان کامیابیوں کے باوجود ناسٹراڈیمس کی بیوی اور دو بچیوں کا 1537ء میں طاعون ہی سے انتقال ہوگیا تاہم اس کی دوبارہ شادی کے بعد چھ مزید بچے پیدا ہوئے۔

اس کے گھر کا ایک کمرہ مطالعے کے لئے مخصوص تھا اور وہ یہیں تنہائی میں زیادہ تر وقت گزارا کرتا تھا۔ کمرے کے وسط میں پانی سے بھرا ایک برتن رکھا ہوتا تھا جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اسے ناسٹراڈیمس مراقبے کے دوران ارتکازِ توجہ کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اسی مراقبے کے دوران وہ جو کچھ دیکھتا، سنتا اور محسوس کرتا اسے احاطۂ تحریر میں لے آتا۔

یہ تحریریں شاعری کی صورت میں ہوتیں اور ہر بند کے چار مصرعے ہوتے۔ یہ قدیم فرانسیسی زبان میں تھے جن میں لاطینی اور یونانی زبانوں کی بھی بہت آمیزش تھی۔

1534ء میں اس نے اپنی مشہور تصنیف Centuries یعنی صدیاں لکھنی شروع کی جس کی دس جلدیں ہیں اور ہر جلد میں اشعار کے سو بند ہیں۔ ناسٹراڈیمس کے پیروکار یقین رکھتے ہیں کہ پچھلی کئی صدیوں میں ایسا بہت کچھ ہوا جس کی طرف ناسٹراڈیمس نے اپنی کتاب Centuries کے اشعار میں اشارہ کیا ہے۔ مثلاً انقلابِ فرانس، امریکہ کی دریافت، کینیڈی کا قتل، ہٹلر کا دور وغیرہ وغیرہ۔ جب کہ ناسٹراڈیمس کے ناقدین کا خیال ہے کہ اس کے بیان کردہ حالات مختلف ادوار کے واقعات کے سانچے میں ڈھالے جا سکتے ہیں اور وہ مختلف انداز میں پیش کیے جانے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ ناسٹراڈیمس کی تحریروں میں لاطینی، یونانی اور فرانسیسی الفاظ کے علاوہ فلکیات اور دیگر علوم کے پُراسرار استعارے اور تصاویر استعمال ہوئی ہیں۔ اس لئے اس کی تحریر کو وضاحت کے ساتھ سمجھنا دشوار ہے۔ 80 کی دہائی میں اس پر بننے والی فلم The man who saw Tomorrow اگر آپ نے دیکھی ہے تو آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ اس وقت سے لیکر آج تک اس کی پیشینگوئیاں غلط ثابت ہوئی ہیں۔ خصوصاً 1985ء میں خروج دجّال کے بارے میں۔

کسی مغربی ملک کے بک سٹور میں جا کر ناسٹراڈیمس کی کتب تلاش کریں تو وہ آپ کو مذہب کے سیکشن میں نہیں بلکہ New Age کے سیکشن میں نظر آئیں گی۔ اور یہ بات بڑی اہم ہے۔ اہم مذاہب یعنی عیسائیت، مسلمان اور یہود اس بات پر متفق ہیں کہ علم فلکیات اور دیگر اس قسم کی معلومات کی بنیاد پر مستقبل بینی غلط ہے اور ابوداؤد کے مطابق ایک حدیث میں یہ بھی بیان ہوا کہ جو کوئی نجومیوں پر یقین کرنے لگے گا وہ اللہ کے نبی سے

اختلاف میں ہے۔ اور کچھ حضرات تو ناسٹراڈیمس کو پیغمبر تک کا درجہ دے دیتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

یہاں ناسٹراڈیمس کے تذکرے کا ایک سبب اس کی تحریروں میں دجاّل یا Anti-Christ کے بارے میں بیان بھی ہے۔ اس کی تحریروں کی زیادہ تر Interpretation میں دجاّل کا خروج، حضورؐ کی سرزمین سے بیان ہوتا ہے جو کہ فلم The man who saw Tomorrow سے بھی ظاہر ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ تصور ایک منظم طریقے کے ذریعے مسلم اور غیر مسلم دنیا میں پھیلایا گیا ہو۔ یہ وضاحت کرتا چلوں کہ احادیث نبویؐ میں خروجِ دجاّل کا مقام عرب کے مشرق میں بیان کیا گیا ہے جہاں ایران، پاکستان اور افغانستان سمیت دیگر ممالک واقع ہیں۔

ایک دلچسپ واقعہ 11 ستمبر 2001ء کے واقعے کے بعد یہ منظر عام پر آیا کہ اس واقعے سے متعلق ناسٹراڈیمس کی پیشینگوئی مارکیٹ میں لائی گئی حالانکہ ایسی کوئی بات کبھی اُس کی تحریروں میں موجود نہیں تھی۔ اس کی کتابوں پر گہری نظر رکھنے والوں نے فوراً اس کی تردید شروع کردی لیکن مقبولِ عام تاثر یہی دیا گیا کہ ناسٹراڈیمس صدیوں پہلے دہشت گردی کے اس واقعہ سے باخبر تھا۔ مختلف حکومتیں اور حساس ادارے عوام میں ناسٹراڈیمس کی مقبولیت سے واقف ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران جرمنوں نے ناسٹراڈیمس کی پیشینگوئیوں پر مبنی پمفلٹ فرانس کی سڑکوں پر گرائے تھے تاکہ وہاں کے لوگوں کے حوصلے پست کئے جاسکیں۔ ناسٹراڈیمس تب سے ایک پروپیگنڈے کے طور پر استعمال ہو رہا ہے اور آئندہ بھی غالباً اُسے اس انداز میں استعمال کیا جائے گا۔

دجاّل کے ظہور کی عرب دنیا سے پیشینگوئی کے بعد مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ناسٹراڈیمس سمیت دیگر اس طرح کی تمام سازشوں پر گہری نظر رکھیں۔

مغربی ماہرین فلکیات بھی آج اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ یہ کائنات بالآخر فنا ہو جائے گی یعنی قیامت آ جائے گی۔ اگر یہ مغربی سائنسدان 1400 سال پہلے قرآن شریف کا مطالعہ کر لیتے تو شاید پہلے ہی اس نتیجے پر پہنچ جاتے۔ اس وقت یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ زمین پر زندگی محض سورج کے وجود اور اس کی تب وتاب کی وجہ سے ہے اور سورج کی تباہی نظام شمسی اور ہو سکتا ہے تمام کائنات کی تباہی کا پیش خیمہ ہو۔ آئن سٹائن کے نظریہ اضافت کی مساوات کو جب کائنات پر لاگو کیا جاتا ہے تو اس سے یہ طے ہوتا ہے کہ کائنات لامحدود ہے، کھلی ہوئی ہے اور پھیلتی جا رہی ہے۔ شاید یہی خیال علامہ اقبالؒ کے ذہن میں تھا جب انہوں نے یہ شعر کہا:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دما دم صدائے کن فیکوں

آئن سٹائن کے اس نظریئے کے مطابق یہ کائنات تب تک پھیلتی جائے گی جب تک کہ اس کے تمام مادے کی Density یا کثافت صفر نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس کے بعد یہ خود بخود تباہ ہو جائے گی۔ ایسی کائنات ایک وقت میں بالکل خالی ہو گی یعنی لامحدود خلاء میں مادے کی محدود مقدار کے ساتھ۔

دوسرا نظریہ جو آئن سٹائن کے خیالات سے ہی پھوٹتا ہے وہ یہ ہے کہ کائنات بند کلوزڈ یا محدود پھیلتی ہے یعنی یہ ایک غبارے کی طرح پھیلتی ہے لیکن یہ پھیلاؤ رک جائے گا جیسے کہ ایک غبارے کی سطح ہوا کے بند ہونے کے باعث پھیلنا بند ہو جاتی ہے اور جس طرح غبارہ ایک واحد Entity میں منہدم ہوتا ہے اسی طرح کائنات بھی ایک واحد وجود یا ہستی میں منہدم ہو جائے گی اور بلیک ہولز میں تبدیل شدہ ستارے آپس میں ٹکرا جائیں گے اور آخر میں صرف ایک بلیک ہول رہ جائے گا جو کائنات کی آخری حالت ہو گی۔

کائنات کے انجام کے اور بھی کئی محرکات ہو سکتے ہیں۔ ستاروں کی ارتقاء کے نظریئے نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ہمارا سورج بھی آہستہ آہستہ ارتقائی مراحل طے کرے گا اور وہ ایک مقابلتاً ایک سرخ سخام یعنی Red Jiant کی طرف گامزن ہوگا۔ جس کی درخشندگی اور Luminosity اس کی موجودہ درخشندگی سے ہزاروں گنا زیادہ ہوگی۔ اور پھر اپنے سرخ ہو جانے کے مرحلے پر وہ اپنی موت کی طرف تیزی سے سفر کرے گا اور ایک دھماکے سے اسی طرح تباہ ہوگا جیسے سپرنووا ستارہ ہوا تھا۔ پھٹنے والے سورج کی گرم گیسوں اور شعاعوں سے دوسرے تمام سیارے بشمول زمین بخارات میں تبدیل ہو جائیں گے یا پھر راکھ بن جائیں گے۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ پانچ ارب سال پہلے سورج قریباً 4 فیصد چھوٹا تھا اور اس کی درخشندگی 38% کم اور اس کی سطح 10% ٹھنڈی تھی اور یہ کیمیائی طور پر یکجان یا Homogenious ستارہ تھا جس کے مرکز کا درجہ حرارت ایک کروڑ ڈگری سینٹی گریڈ تھا۔ اس شدید درجہ حرارت پر ہائیڈروجن کے ایٹم یعنی پروٹون باہم مل کر ایک ایک مستقل شرح سے ہیلیم بناتے تھے اور اسے مزید انہدام یعنی Collapse سے روکتے تھے۔ آج سورج کیمیائی طور پر ایک غیر یک جان یا Non Homogenious ستارہ بن چکا ہے۔ اور اس نے سرخ سخام یا Red Jiant ستارہ بننے کا سفر شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ جب قلب کی خاص ہائیڈروجن استعمال کر چکا ہوگا تو اس کے قلب اور بیرونی مرتفعوں میں فرق پڑ جائے گا۔ اس کی درخشندگی دگنی ہو جائے گی اور مرکز کا درجۂ حرارت دس کروڑ درجہ سینٹی گریڈ تک پہنچ جائے گا۔

زمین پر ان تبدیلیوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام پانی نقطۂ کھولاؤ تک پہنچ جائے گا اور سورج کی گرم گیسیں زمین کے گرد ایک غلاف بنالیں گی اور زندگی یہاں نیست و نابود ہو جائے گی۔ سورج کے فنا ہونے سے دنیا تباہ ہو جائے گی اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد

فرماتے ہیں کہ:

''پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا۔ پس جس وقت نگاہ پتھرا جائے گی اور چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے۔ پھر انسان کہے گا کہ آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے۔ تب آفتاب بے نور ہو جائے گا ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے اور پہاڑ جلائے جائیں گے''

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ زمین کی تباہی کے ساتھ سورج' چاند اور ستاروں کا گہرا تعلق موجود ہے اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں وہ سورج سے نور حاصل کرتا ہے اس لئے چاند کے بے نور ہونے سے پہلے سورج کا بے نور ہونا لازم ہے۔ سو جب ستارے بے نور ہو جائیں گے اور آسمان پھٹ جائے گا اور پہاڑ اُڑتے پھریں گے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ آج سائنسدانوں کو یقین ہے کہ مستقبل میں سورج کی ناقابل برداشت گرمی سے سمندر اُبل پڑیں گے۔ تمام بحری زندگی بھی نیست و نابود ہو جائے گی اور عین ممکن ہے کہ درجۂ حرارت اتنا ہو جائے کہ بے جان اشیاء یعنی پتھر' پہاڑ وغیرہ بھی پگھل جائیں یا بخارات بن جائیں اور روئی کے گالوں کی طرح اُڑنے لگیں یا دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں۔

''اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی مانند ہوں گے''

(القرآن)

یا دوسری صورت یہ ہے کہ جب سورج اس جلتی ہوئی زمین کو اپنے اندر جذب کرلے گا تو ظاہر ہے زمین پاش پاش ہو جائے گی اور اس صورت میں بھی پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی مانند اُڑ سکتے ہیں۔

ان ناگزیر عوامل کے علاوہ چند تباہ کن آفات زمین کو تباہ کرسکتی ہیں۔ مثلاً کسی بھاری شہابِ ثاقب کا زمین پر گرنا یا پھر کسی Comet یا دمدار ستارے کا زمین سے ٹکرانا' ایک تباہ کن ایٹمی جنگ یا رفتہ رفتہ غائب ہوتی اوزون کی حفاظتی تہ ختم ہو جانے کے بعد سورج کی الٹراوائلٹ شعاعوں کے ہاتھوں زندگی کا خاتمہ یا پھر برف کی وہ تہ جس کی موٹائی تقریباً ایک میل ہے اور قطب جنوبی اور گرین لینڈ سمیت جو دنیا کے دس ملین مربع میل پر پھیلی ہے اور جو ماضی میں عظیم سیلابوں کے بعد پیدا ہوئی تھی اگر یہ تہ پگھل جائے تو دنیا کے تمام سمندروں کے پانی کی تہ 30 فٹ بلند ہو جائے گی اور وہ ممالک مثلاً ہالینڈ وغیرہ جو نچلی سطح پر ہیں سب ڈوب جائیں گے۔

دجال اس قوت سے تمام دنیا پر قابض ہوگا کہ امام مہدی اور ان کے ساتھی شام کے شہر دمشق میں محصور ہو کر رہ جائیں گے۔ دجال تب ان کے شہر کی طرف بڑھے گا۔ تاہم یہی نزولِ عیسیٰؑ کا وقت ہوگا۔ حضرت عیسیٰؑ کا نزول امام مہدی کے ظہور اور دجال کے خروج کے بعد ہوگا۔ آپ شام کے شہر دمشق میں سفید مینار کے پاس اس مقام پر اتریں گے جہاں امام مہدی اور ان کے ساتھی موجود ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

"رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰؑ کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ وہ اُترنے والے ہیں۔ تم انہیں دیکھو تو پہچان لینا۔ وہ میانہ قد کے آدمی ہوں گے۔ رنگ

سرخی اور سفیدی مائل ہوگا اور زرد رنگ کے دو کپڑے
پہنے ہونگے۔ پانی نہ پڑنے کے باوجود ان کے سر سے
قطرے ٹپک رہے ہوں گے"

(ابوداوٗد)

حضرت عیسیٰؑ کو جب آسمان پر اُٹھایا گیا تھا تو ان کی عمر 33 برس تھی۔ چنانچہ وہ اپنی دوبارہ آمد کے وقت اسی عمر کے ہونگے۔ جب وہ اُتریں گے تو فجر کی نماز کی اقامت ہو چکی ہوگی اور امام مہدی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ چکے ہوں گے۔ عیسیٰؑ کو دیکھتے ہی وہ پیچھے ہٹ کر کہیں گے کہ آیئے آپ نماز پڑھایئے لیکن حضرت عیسیٰؑ انکار کریں گے اور فرمائیں گے کہ نہیں تم میں ایک دوسرے پر امیر ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے:

"رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ
حق کی خاطر قیامت تک لڑتا رہے گا اور غالب ہوگا۔
پھر عیسیٰؑ نازل ہوں گے۔ مسلمانوں کا امیر ان سے کہے
گا کہ آیئے ہمیں نماز پڑھایئے لیکن وہ کہیں گے کہ نہیں
امیر تم میں سے ہوگا۔ یہ وہ اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے
اس امت کو بخشا ہے"

(صحیح مسلم۔ احمد)

یہاں یہ اہم سوالات پیدا ہوتا ہے کہ سب نبیوں میں سے حضرت عیسیٰؑ کے نزول میں ہی کیا حکمت پوشیدہ ہے یا پھر یہ کہ حضرت عیسیٰؑ خود نماز کی امامت کیوں نہیں کریں گے۔

پہلے سوال کا جواب حضرت ابن حجرؒ "فتح باری میں یوں دیتے ہیں کہ نزول عیسیٰؑ سے یہودیوں کی تردید منظور ہے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے جھوٹ کا پردہ چاک فرما کر انہیں حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں سزا دلائے گا۔ دوسرے امامت کے متعلق سوال کے جواب میں حضرت جوزی یوں فرماتے ہیں کہ اگر عیسیٰؑ آگے بڑھ کر امامت فرما دیں تو اس سے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ نائب کی حیثیت سے آگے بڑھے ہیں یا نئی شریعت لائے ہیں۔ ان کا مقتدی کی حیثیت میں نماز پڑھنا یوں ضروری ہے کہ حضورؐ کا یہ ارشاد کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا' شک و شبہ سے غبار آلود نہ ہو جائے۔

اس نمازِ فجر کے فوراً بعد حضرت عیسیٰؑ دجال کے خاتمے کا ذمہ اپنے سر لے لیں گے۔ دجال اُس وقت اپنی 70 ہزار یہودی فوج کے ساتھ دمشق پہنچ چکا ہوگا۔ نقشے پر نظر ڈالیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ دمشق اسرائیل کی سرحد سے صرف 60 میل دور ہے۔ دمشق پہنچ کر وہ شہر کے باہر ڈیرہ ڈالے ہوگا۔ تبھی شہر کی مسجد کے مینار پر حضرت عیسیٰؑ کا ظہور ہو گا۔ حضرت عیسیٰؑ نماز کے بعد شہر سے باہر دجال کی فوج سے ٹکرائیں گے۔ یہودیوں کو شکست فاش ہوگی اور 70 ہزار یہودیوں میں سے تمام مارے جائیں گے۔ دجال فرار ہو کر یروشلم کی طرف بھاگے گا۔ وادی عتیق سے گزر کر وہ لدھ کے مقام پر پہنچے گا اور یہیں حضرت عیسیٰؑ اسے دبوچ لیں گے۔

آپ جانتے ہیں کہ آج لدھ کے مقام پر کیا تعمیر موجود ہے۔ وہاں اسرائیل کا ایک عظیم الشان ایئر پورٹ ہے۔ یعنی شاید دجال اپنے کسی ہمدرد مغربی ملک کی طرف بھاگنے کی کوشش کر رہا ہوگا جب ابن ماجہ کی روایت کی گئی حدیث کے مطابق اس عمارت کے شمالی دروازے پر حضرت عیسیٰؑ اسے پکڑ لیں گے۔

جب حضورؐ نے 1400 سال پہلے یہ حدیث بیان فرمائی تھی تب اُس وقت لدھ

کے اس مقام پر ایک چھوٹا سا گاؤں تھا اور مسلمان کئی صدیوں تک لدھ کے اس مقام کی اہمیت جاننے کی کوشش کرتے رہے۔ تاہم 1950ء میں حکومتِ اسرائیل کی طرف سے یہاں ہوائی اڈے کی تعمیر نے دجال کے یہاں سے فرار ہونے کی بات کو واضح کر دیا۔

یہ دنیا میں یہودیت کا خاتمہ ہوگا۔ اور تب حضرت عیسیٰؑ صلیب توڑ دیں گے تاکہ عیسائیت کا بھی خاتمہ ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کی شادی ہوگی اور وہ ساٹھ برس یا کچھ روایات کے مطابق 40 برس دنیا میں قیام کریں گے اور انہی کے دور میں یاجوج ماجوج کا بھی خروج ہوگا۔

''حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ ہم باہم گفتگو کر رہے تھے کہ رسولؐ ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا گفتگو ہو رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت اُس وقت تک نہ آئے گی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ پھر آپؐ نے ذکر کیا دھوئیں کا' دجال کا' جانور کا' مغرب سے طلوعِ آفتاب کا' عیسیٰؑ کے نزول کا' یاجوج ماجوج کے خروج کا' مشرق مغرب اور جزیرۂ عرب کے تین زلزلوں کا' آخر میں اُس آگ کا جو یمن سے نکل کر لوگوں کو ہانک کر محشر کے میدان تک لے جائے گی''

(حدیث 185 صحیح مسلم)

قیامت کی دس بڑی نشانیوں یعنی علامت کبریٰ میں اگلی یاجوج ماجوج کا خروج

ہے۔اس کا تذکرہ قرآن شریف میں حضرت ذوالقرنین کے حوالے سے بیان ہوا ہے جو کہ ایک عادل بادشاہ تھے اور دُور دراز ممالک میں اللہ کے حکم کے مطابق قیامِ سلطنت کے لئے سفر کرتے تھے۔ایک بار انہوں نے اپنی مہم تین سمتوں میں بیک وقت شروع کی۔مغربِ بعید میں، مشرقِ بعید میں اور شمال کی جانب۔ان کی ملاقات ایک قوم سے ہوئی جنہوں نے انہیں یاجوج ماجوج کے بارے میں بتایا کہ دو بڑے پہاڑوں کے پیچھے سے آ کر ان کے درمیان فساد پھیلاتے ہیں۔انہوں نے حضرت ذوالقرنین سے ایک دیوار بنانے کی گزارش کی۔تب حضرت نے اپنی غیر معمولی طاقت اور استطاعت کی بنیاد پر ان دو پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط دیوار کھڑی کر دی اور یاجوج اور ماجوج اس کے پیچھے رہ گئے۔

> ”یہاں تک کہ جب وہ پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو ان پہاڑوں کے اِس طرف ایک قوم کو دیکھا جو لگتا نہیں تھا کہ کوئی بات سمجھتے ہوں۔ انہوں نے کہا اے ذوالقرنین یہ یاجوج ماجوج اس سرزمین پر بڑا فساد مچاتے ہیں۔کیا ہم لوگ آپ کے لئے کچھ محصول مقرر کر دیں، اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک آڑ بنا دیں۔ذوالقرنین نے جواب دیا۔جس حال میں اللہ نے مجھے اختیار دیا، وہ بہت کچھ ہے۔پس میری مدد کرو، محنت سے تاکہ میں تمہارے اور ان کے درمیان خوب مضبوط دیوار بنا دوں“

(سورۃ کہف، 93,95)

یہ پہاڑ کہاں ہیں ان کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا کہنا ہے کہ ترکی کے آخری سرے پر آرمینیا اور آذربائیجان کے قریب یعنی کوہِ قاف کے علاقے میں کہیں موجود ہیں۔ان کا خروج تب ہوگا جب حضرت عیسیٰؑ دجال کو ختم کر دیں گے۔تب اللہ کے حکم سے یاجوج ماجوج کے رستے میں حائل مضبوط دیوار گرادی جائے گی۔اب ایک طویل صحیح حدیث ملاحظہ فرمایئے:

''حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ جب یاجوج ماجوج کا اخراج ہوگا تو لوگ ان سے بھاگ کر اپنے شہروں اور قلعوں کی راہ لیں گے اور اپنے ساتھ اپنے مویشی بھی لے جائیں گے۔وہ زمین کے سارے پانی پر قابض ہو جائیں گے اور دریا اس طرح خشک ہوں گے کہ ان کے بعد جو شخص بھی وہاں سے گزرے گا' کہے گا کہ کیا کسی زمانے میں یہاں پانی بھی ہوا کرتا تھا۔پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی طرف ایک کیڑا بھیجے گا جو ان کی گردنوں پر حملہ آور ہوگا' چنانچہ وہ سب مرجائیں گے''

(امام محمد' ابن ماجہ' ابن عباس اور حاکم)

''حضرت نواس بن سمانؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ان کی تعداد چیونٹیوں کی طرح گنی نہیں جاسکے گی۔ یہاں تک کہ مسلمان یاجوج ماجوج کی

کمانوں' تیروں اور ڈھالوں کو سات برس تک بطور
ایندھن استعمال کریں گے"

(ابن ماجہ)

ڈاکٹر اسرار احمد:

یاجوج اور ماجوج اصل میں حضرت نوحؑ کے تیسرے بیٹے یافث کی نسل سے ہیں۔ حضرت نوحؑ کے تین بیٹے تھے۔ سام جس سے سامیٹک نسل چلی جس میں عرب اور یہودی وغیرہ دوسرے حاب اور تیسرے یافث۔ حاب سے ایرین قبائل جیسے ایرانی' انڈین اور گریک اور جرمن وغیرہ پیدا ہوئے۔ یافث پہاڑی سلسلے کو عبور کر کے شمال میں جا آباد ہوئے۔ وسطِ ایشیا کے پہاڑی سلسلے کے اوپر ان کا پھیلاؤ ہوا۔ ان کے دس بارہ بیٹے تھے جن میں سے دو کا نام یاجوج اور ماجوج ہے تو انہی اقوام میں یاجوج ماجوج ہیں۔ آخری جنگ حضرت عیسیٰؑ کی انہی سے ہوگی۔

☆☆ وہ اس وقت کہاں ہیں؟

☆☆☆ وہ انہی ملکوں میں ہیں۔ یہ قومیں جو اس دنیا کے اندر ہیں یہی یاجوج اور ماجوج ہیں۔

☆☆ یہ دو لوگ ہیں یا نسل۔

☆☆☆ یہ نسل ہے۔ یاجوج اور ماجوج کی نسل یا قوم جیسے حضرت سام کی نسل تمام عرب اور یہودی وغیرہ ہیں۔

☆☆ یعنی دو قوموں کو یاجوج ماجوج کہا گیا ہے۔

☆☆☆ جی ہاں اور ان کی بہت زبردست طاقت ہوگی۔ قرآن مجید میں ان کے

بارے میں الفاظ آتے ہیں کہ وہ ہر پہاڑی سے اُترتے دکھائی دیں گے۔
جیسے کہ نیفا میں جب انڈیا چائنا کی جنگ ہوئی تھی تو اُس کے بارے میں یہ
الفاظ آئے تھے کہ Waves after waves of chinese
soldiers coming down the slopes of
Himalayas۔ اس طرح کا ایک نقشہ کھنچتا ہے۔ پھر ان سے جنگ نہیں
ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ ایک معجزے کے ذریعے ان کو ختم کردے گا۔

یاجوج ماجوج کے فتنے سے بچاؤ کا کام حضرت عیسیٰؑ کے سپرد ہوگا۔ حضرت عیسیٰ
جن کا دوبارہ نزول 33 برس کی عمر میں ہوگا یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے بعد انتقال فرما
جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کر کے انہیں مسجدِ نبوی میں رسول اللہؐ کے پہلو میں
دفن کر دیں گے۔ وقتی ترتیب سے یاجوج ماجوج کے اخراج کے بعد چوتھی بڑی علامت
مغرب سے طلوعِ آفتاب ہوگا۔ جس کی تفصیل اس روایت میں ہے:

''حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کے حوالے سے یہ
نقل کیا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ کو یہ
کہتے سنا کہ لوگوں پر ایک رات ایسی آئے گی جوان کی
عام 3 راتوں کے برابر ہوگی۔ نفل عبادت کرنے والے
اس کو پہچان لیں گے۔ ان میں سے کوئی کھڑے ہوکر
اپنے حصے کی نماز پڑھے گا پھر سو جائے گا۔ پھر کھڑے ہو
کر اپنے حصے کی نماز یا قرآن پڑھے گا' پھر سو جائے گا۔
اس دوران لوگ ایک دوسرے پر چیخیں گے اور پوچھیں

گے کہ کیا ہوا اور گھبرا کر مسجدوں کی طرف بھاگیں گے!!
اچانک وہ دیکھیں گے کہ سورج مغرب سے نکلا ہوا
ہے۔ جب وہ آسمان کے درمیان پہنچے گا تو لوٹ جائے
گا''

''حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے
فرمایا کہ اس رات آدمی اپنے پڑوسی کو آواز دے گا کہ
اے دوست آج رات کیا بات ہے کہ میں جی بھر کر سویا
اور اتنی نماز پڑھی کہ میں تھک گیا؟ پھر سورج سے کہا جائے
گا کہ وہاں سے نکلو جہاں تم غروب ہوتے تھے اور اس دن
ایسے شخص کو کوئی فائدہ نہ ہوگا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا
جس نے اپنے ایمان سے کوئی نیکی نہ کمائی ہو''
(فتح الباری)

سورج کا یہ الٹا طلوع ہونا صرف ایک دن کیلئے ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی توبہ کا
دروازہ بند ہو جائے گا۔ پھر سورج واپس اپنے معمول کی طرف لوٹ جائے گا اور قیامت تک
مشرق سے ہی نکلا کرے گا۔

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ
نے فرمایا کہ قیامت اُس وقت تک نہ آئے گی جب تک
کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے اور جب وہ

مغرب سے طلوع ہوگا تو اسے دیکھ کر سب ایمان لے
آئیں گے مگر اس وقت کسی ایسے شخص کو ایمان فائدہ نہ
دے گا جو پہلے سے ایمان نہ لا چکا ہو"

(بخاری، مسلم احمد ابوداؤد ابن ماجہ)

سورج کے مغرب کے طلوع ہونے والی علامت کی ایک جڑواں علامت بھی ہے یا تو یہ علامت مغرب سے طلوع آفتاب سے پہلے ہوگی یا اس کے فوراً بعد اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور جب قیامت کا وعدہ ان پر پورا ہو جائے گا تو
ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے......
جو ان سے باتیں کرے گا کیونکہ (کافر) ہماری باتوں
پر یقین نہ لاتے تھے"

(سورۃ نمل آیت 82)

یہ جانور بھاری بھر کم ہوگا اور چند روایات میں ہے کہ یہ صفا کے پہاڑ کے شگاف میں سے نکلے گا اور جب لوگ کعبہ شریف میں ہوں گے تو وہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان چیخ چیخ کر لوگوں کو خوفزدہ کرے گا۔ لوگ ڈر کر ایک ساتھ اور الگ الگ منتشر ہوں گے۔ صرف مومنوں کی ایک جماعت اپنی جگہ کھڑی رہے گی۔ ان کو پتہ چل جائے گا کہ وہ اللہ کا جانور ہے اور وہ اب ڈر کر نہیں بھاگ سکتے۔ وہ انہی سے آغاز کرے گا اور ان کے چہروں کو ایسی جلا بخشے گا کہ جیسے چمکتا ہوا موتی۔ پھر وہ روئے زمین پر بھاگے گا۔ آدمی اس

سے بھاگ کر نماز کی پناہ لے گا تو وہ پیچھے سے آ کر کہے گا کہ تو اب نماز پڑھ رہا ہے؟ پھر وہ سامنے سے آ کر اُس کا چہرہ داغ کر چلا جائے گا۔

یعنی سورج مغرب سے طلوع ہو کر در توبہ بند کر دے گا اور اُسی روز دن چڑھے جانور ظاہر ہو کر در توبہ بند ہونے کی تصدیق کرتے ہوئے مومنوں اور کافروں پر نشان لگا دے گا۔ اس جانور کا ذکر بائبل میں بھی موجود ہے اور یہ نشان یہودیوں اور عیسائیوں میں Mark of the Beast کے نام سے مشہور ہیں۔

آخری علامت جو مسلمانوں کو نظر آئے گی اُس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''سو آپ اُس روز کا انتظار کیجئے جب آسمان میں ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو جو ان سب لوگوں پر عام ہو جائے۔ یہ ایک دردناک سزا ہے''

(سورۃ دخان' آیات 11'10)

چنانچہ یہ دھواں مومنوں کو نظر آنے والی چھٹی علامت ہے۔

''حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ بے شک تمہارے رب نے تمہیں تین چیزوں سے ڈرایا ہے۔ پہلی چیز دھواں ہے جو کہ مومن کو صرف اتنی تکلیف دے گا جتنی زکام دیتا ہے اور کافر کا مواخذہ کرے گا یہاں تک کہ اُس کے کانوں سے

دھواں نکلنے لگے گا۔ دوسری چیز جانور ہے اور تیسری

دجال"

(طبرانی)

چنانچہ اس دھوئیں سے مومنوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن کافروں کے لئے یہ تنبیہ ہوگی کہ عذاب اور انتقام کے نزول کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ دھواں چالیس روز تک چھایا رہے گا۔ اس دھوئیں کے بعد یمن کی طرف سے ایک گرم ہوا چلے گی جو سب مومنوں کی روح قبض کر لے گی اور صرف کافر اس کی گرفت سے بچیں گے جن پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔

"حضرت نواس بن سمانؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ بے شک قیامت سے پہلے یمن کی طرف سے ہوا چلے گی۔ جس میں ہر مومن کی روح قبض ہو جائے گی اور وہ مر جائے گا"

(احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

مومنوں کے ختم ہو جانے کے بعد چار علامات ظاہر ہوں گی ان میں سے تین زمین کے دھنس جانے یعنی زلزلے کی شکل میں ہوں گی۔ عرب میں ایک لشکر کے دھنس جانے کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ باقی دو یعنی مشرق اور مغرب میں زمین پھٹ کر لوگوں کو نگل لے گی اور اس کے بعد چوتھی اور آخری بڑی علامت ظاہر ہوگی اور یہ کائنات کے ہولناک حقیقی انقلاب کی پہلی نشانی ہوگی۔

یمن یا عدن کی گہرائی سے یا مشرق سے ایک آگ نکل کر لوگوں کو ہانکتی ہوئی

سرزمینِ شام کے میدانِ حشر تک لے جائے گی۔

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا
کہ جہاں تک قیامت کی پہلی نشانی کا تعلق ہے وہ آگ
ہے جو مشرق سے ظاہر ہو کر لوگوں کو حشر کے لئے مغرب
میں جمع کر دے گی۔

(احمد' بخاری' نسائی)

ایک اور روایت کے مطابق:

''حضرت حذیفہ بن اسیدؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ
نے فرمایا کہ آگ عدن کی گہرائی سے نکل کر لوگوں کو
میدانِ حشر میں دھکیل دے گی جہاں وہ رات بسر کریں
گے۔ جہاں وہ قیلولہ کریں گے' وہ وہیں قیلولہ کرے گی''
(احمد' مسلم)

یہ آگ کسی کو پیچھے نہیں رہنے دے گی بلکہ جو پیچھے رہا اُسے کھا جائے گی اور باقیوں کو ہانکتی ہوئی شام میں بپا میدانِ حشر میں لے جائے گی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیلؑ کو صور پھونکنے کا حکم دیں گے۔ صور ایک بہت بڑا بگل ہے جسے حضرت اسرافیلؑ تین بار پھونکیں گے۔ پہلی پھونک یا نفخہ گھبراہٹ کا نفخہ ہوگا۔ یہ خاصا طویل ہوگا اور اسے سن کر آسمان وزمین پر رہنے والے سب ڈر جائیں گے سوائے انبیاء اور شہداء کے۔

''اور کیا گزرے گی اُس روز جب کہ صور پھونکا
جائے گا اور ہول کھا جائیں گے وہ سب جو آسمانوں اور
زمین میں ہیں سوائے اُن لوگوں کے جنہیں اللہ اس
ہول سے بچالے گا اور سب کان دبائے اُس کے حضور
حاضر ہو جائیں گے''

(سورہ نمل' آیت 87)

یہ وہ نفخہ ہے جس سے پوری کائنات لرز جائے گی اور ہر چیز ایک زبردست زلزلے کی لپیٹ میں آجائے گی۔ زمین لرز جائے گی۔ پہاڑ ٹوٹ جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہو کر ذرّوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ سمندر پھٹ کر ایک دوسرے میں گر جائیں گے اور بھڑکتی آگ کے ساتھ کششِ ثقل یعنی Gravity کا خاتمہ ہو جائے گا اور سورج چاند ستارے سب کی روشنی ختم ہو جائے گی۔ سب کچھ فنا ہو جائے گا اور کائنات اسی طرح کہر اور بخارات میں تبدیل ہو جائے گی جیسے تخلیق سے پہلے تھی۔

یہ نفخہ جب آئے گا تو زمین پر موجود انسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''لوگو اپنے رب کے غضب سے بچو۔ حقیقت ہے
کہ قیامت کا زلزلہ بڑی ہولناک چیز ہے۔ جس روز تم
اسے دیکھو گے' حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے
دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی اور ہر حاملہ کا
حمل گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے۔

حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ

ایسا سخت ہوگا''

(سورۃ الحج' آیت 2'1)

پھر حضرت اسرافیل دوسری بار صور پھونکیں گے۔ یہ بیہوشی کا نفخہ ہوگا۔ انبیاء اور شہداء سمیت زمین کی تمام مخلوق بے ہوش ہو کر گر جائے گی۔ سوائے ان کے جنہیں اللہ نے بچانا ہوگا اور یہ آٹھ فرشتے ہوں گے۔ جبرائیل' میکائیل' اسرافیل' موت کا فرشتہ اور عرش اُٹھانے والے چار فرشتے۔ صور میں جب پھونک ماری جائے گی تو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اُڑ جائیں گے سوائے ان کے جنہیں اللہ نے بچانا ہے۔ پھر اُس میں دوبارہ صور پھونکی جائے گی تو دفعتاً سب کھڑے ہو جائیں گے اور چاروں طرف دیکھنے لگیں گے۔ پھر اللہ کے حکم سے جبرائیل' میکائیل' اسرافیل اور عرش اُٹھانے والے چار فرشتوں کی روح قبض کی جائے گی۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور موت کا فرشتہ باقی رہ جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس فرشتے سے کہے گا تو میری مخلوق ہے۔ جب میں نے ارادہ کیا تجھے پیدا کیا اب تو بھی مرجا چنانچہ ملک الموت بھی مر جائے گا اور سوائے اللہ کی ذات کے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ دو نفخوں کے درمیان 40 کا وقفہ ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے ابو ہریرہؓ کیا 40 روز؟ انہوں نے کہا مجھے علم نہیں ...... پوچھا 40 ماہ؟ انہوں نے کہا میں نہیں جانتا۔ پوچھا کیا 40 برس انہوں نے کہا مجھے علم نہیں!

(بخاری' مسلم)

پھر حضرت اسرافیلؑ کو دوبارہ زندہ کر کے تیسری بار صور پھونکنے کا حکم دیا جائے گا۔ یہ نفخہ مر کر دوبارہ جی اُٹھنے کا نفخہ ہوگا۔ صور میں اتنے سوراخ ہوں گے جتنی کہ کل مخلوقات کی روحیں ہیں۔ روحیں جسموں میں واپس سرایت کر جائیں گی۔ جسم قبروں سے اپنے سروں کی مٹی جھاڑتے کھڑے ہوں گے۔ کافر کہیں گے کہ یہ دن تو بڑا سخت ہے اور مومن کہیں گے شکر ہے اُس اللہ کا جو ہمارا پروردگار ہے۔

آنے والے مرحلے کے واقعات دنیا کے فتنوں میں انسان کو پھنسا کر ہلاکت کی جانب گامزن کرنے والے عناصر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان سے آگہی رسولؐ کی اس حدیث کے تناظر میں ضروری ہے جس میں ارشاد ہوا کہ دنیا میں ایسے رہو جیسے کہ ایک پردیسی رہتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے اور آپ کے پاس وقت ہے۔ کچھ مہلت ہے نیک عمل کرنے کی اور گناہوں سے توبہ کرنے کی۔ پیشتر اس کے کہ یہ مہلت ختم ہو جائے یہ گھڑیاں گزر جائیں اور ہمارا وقت اختتام کو پہنچے یعنی End of Time ہو جائے۔

اپنا، رشتہ داروں، گردونواح کے لوگوں، سب کا خیال رکھئے گا۔

خدا حافظ

ڈاکٹر شاہد مسعود

تمت